اَلْقَوْلُ الْجَلِيُّ
فِي مَسْلَكِ شَاهِ وَلِيّ

تصنیفِ لطیف

حُضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی
محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

Visit Owaisi Books
www.faizahmedowaisi.com

شاہ ولی اللہ صاحب مُحدِّث دھلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ

آپ کا نسب تیس(۳۰) واسطوں سے حضرت عمر فاروق خلیفہ ثانی رضی اللہ تعالی عنہ تک پہنچتا ہے[1]۔ آپ کا نام احمد ہے عوام کے قُلوب پر عقیدت کے غلبہ نے آپ کو ولی اللہ کے نام سے مشہور کر دیا[2] اب اِسی نام سے عوام وخواص آپ کو جانتے ہیں۔ ۴شوال ۱۱۱۴ھ، ۱۷۰۲ء دہلی میں پیدا ہوئے[3]۔ تخمیناً (تقریباً) محمد بن عبد الوہاب نَجدی سے نو(۰۹) ماہ بڑے تھے اُس کی پیدائش بقولِ احمد میاں دیوبندی ۱۱۱۵ھ، ۱۷۰۳ء ہے۔[4]

آپ پانچویں سال مکتب میں بٹھائے گئے ساتویں سال قرآن مجید ختم کر لیا ۱۵ سال کی عمر میں عُلومِ ظاہری و باطنی اپنے والدِ ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم وغیرہ رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کئے اور اُسی سال درس کی اِجازت ملی لیکن عمر کے ستر ہویں سال آپ کے والدِ ماجد کا وصال ہو گیا[5] اور بدستور اپنے والد کی مسند پر درس و تدریس میں مشغول رہے تقریباً ۱۲ سال عُلومِ عَقلیہ ونَقلیہ کی تدریس فرمائی ۱۱۴۳ھ، ۱۷۳۰ء کے اَخیر میں حجازِ مُقدّس کا سفر اختیار فرمایا۔ ۱۴رجب ۱۱۴۵ھ، ۱۷۳۲ء دوہرا حج کر کے واردِ دہلی ہوئے[6] اس دوران کے بعد شاہ صاحب کا دورِ زندگی تغیُّر پذیر (تبدیل) ہوا، دورِ ثانی سے قبل شاہ صاحب اپنے آباؤاَجداد کے مسلک پر سختی سے پابند تھے آپ کے آباؤاَجداد کے حالات "حیاتِ ولی" مُصَنِّفُہ حافظ رحیم بخش میں تفصیل سے درج ہیں۔

وہ تصانیف جو زیارتِ حَرمین سے قبل فرمائیں مثلاً: فیوض الحرمین ، الانتباہ، القول الجمیل ۔ الدر الثمین ،انفاس العارفین، قصیدہ الطیب النعم وغیرہا اِن میں اَہلِ سنّت کے عقائد ومسائل کے دلائل ملتے ہیں۔ بلکہ خود شاہ صاحب اُن مسائل وعقائد پر نہ صرف عامل تھے بلکہ اپنے تلامِذہ وخُلفاء ومُتَعَلِّقین کو اُن پر عمل کراتے اِسی وجہ سے آپ عالمگیر شُہرت (عالمی مقبولیت) کے مالک بنے۔ لیکن حَرمین شریفین کی واپسی کے بعد رنگ کچھ اور تھا اور اُس دور کے بعد کی تصانیف کا طرزِ طریق بھی نرالا تھا۔ اِس کے چند وُجوہ (اسباب) ہو سکتے ہیں۔ لیکن اُن وُجوہ کو سمجھنے سے قبل آپ کے حَرمین کے اَساتِذہ اور یارانِ صُحبت (احباب) اور اُسی دور کی زندگی کی تحقیق ضروری ہے ۔

شاہ صاحب نے حَرمین طیّبین کا سفر کیوں اختیار فرمایا تھا؟

اِس کی وجہ بعض لوگ تو یوں بتاتے ہیں کہ بعض شر پسند لوگوں کی شرارتوں سے تنگ آکر عرب شریف جانے کا ارادہ کیا یہ وجہ غلط اور بالکل غلط ہے، کیونکہ یہ نسبت دوسرے لوگوں کے بیان کے شاہ صاحب کا اپنا قول اِس بارہ میں قوّی حجّت (ٹھوس دلیل) رکھتا ہے چنانچہ وہ خود دِیارِ عرب کے سفر کے ارادہ کی وجہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "جب میرے والد بزرگوار کا انتقال ہوا تو میں تقریباً بارہ (۱۲) سال کُتُبِ دینیہ وعقلیہ کے درس میں محو رہا اور ہر علم و عمل کو غور میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے دیکھا اِسی اَثناء میں اکثر اوقات جناب والد ماجد کی قبر مبارک پر جا کر متوجّہ ہوتا اور رات چاندنی میں پہروں بیٹھا رہتا اُن دنوں میں توحید وجَذب کی راہ میرے لئے وَسیع ہو گئی اور وِجدانیہ عُلوم[7] فوج فوج نازل ہونے لگے، ائمہ اربعہ کی مذہبی کتابیں اور اُن کے اُصول ہمیشہ میرے پیشِ نظر تھے اور جن حدیثوں سے اُنہوں نے اپنے مذہبی قواعد کو مُستحکم ومضبوط کرنے کیلئے اِستدلال کیا ہے وہ مجھ سے غائب نہ تھیں، انجامِ کار نورِ غیبی کی تائید

---

[1] (حدائق الحنفیہ، باروی صدی کے فقہاء وعلماء کے حالات، شاہ ولی اللہ، 1/466، مطبوعہ حسن سہیل لمیٹڈ، طبع سوئم، 1906ء/1324ھ)

[2] (مقیاس حنفیت، وہابیہ کی تاریخ، 1/562، مطبوعہ المقیاس پبلیکشز، سن اشاعت 1426ھ)

[3] (حدائق الحنفیہ، باروی صدی کے فقہاء وعلماء کے حالات، شاہ ولی اللہ، 1/466، مطبوعہ حسن سہیل لمیٹڈ، طبع سوئم، 1906ء/1324ھ)

[4] حاشیہ شاندار ماضی، ج۱، ص۲۵۹

[5] (تذکرہ علمائے ہند، 1/542، حرف الواو، شاہ ولی اللہ، مطبوعہ مشہور آفسیٹ پریس، کراچی، سن اشاعت: 1961ء)

[6] (حدائق الحنفیہ، باروی صدی کے فقہاء وعلماء کے حالات، شاہ ولی اللہ، 1/466، مطبوعہ حسن سہیل لمیٹڈ، طبع سوئم، 1906ء/1324ھ)

[7] روحانی علم: جس کا تعلق دل اور روح سے ہوتا ہے۔ (نوری)

سے مجھے فُقہائے مُحدِّثین کی رَوِش (یعنی طریق کار) بھلی (فائدہ مند) معلوم ہوئی اور اُنہیں کے مسلک کو میں نے اختیار کر لیا اُن بارہ (۱۲) سال کے گزر جانے کے بعد دفعۃً (اچانک) حَرمَین محتَرمَین کی زیارت کا شوق مجھے پیدا ہوا اور مشائخِ عرب سے علمِ حدیث کی سند لینے کا خیال آیا چنانچہ میں نے فوراً سامانِ سفر تیار کیا اور جہاں تک جلد ممکن ہو سکا عرب کی طرف متوجّہ ہو گیا[8] اِس سے جہاں آپ کے سفر دیارِ عرب کی وجہ معلوم ہوئی یہ بھی واضح ہو گیا کہ تا ایں زمان مسلکِ اہلِ سنّت کے پابند تھے اور اُسی کو ترقی درجات کا مُوجِب (سبب) سمجھتے تھے۔

شاہ صاحب کا دیارِ عرب میں مشغلہ

اِس دوران میں شاہ صاحب نے حَرمین شریفین کے جلیل القدر مشائخِ عِظام سے خوب اِکتسابِ فُیوض وبرکات کا مشغلہ رکھا اُور اُن مشائخ کے حالات "النسان العین فی مشائخ الحَرمین" میں تفصیل سے درج کئے اور وہاں گنبدِ خضرا کی نہ صرف حاضری دی بلکہ وہاں چند روز مُجاوِر رہے اور انتہاء (حد) سے زیادہ فیض حاصل کیا اکثر اوقات چاندنی راتوں کی دلگیر (مدھم) روشنی میں وہاں مُراقِب رہے۔ حیاتِ ولی کے مصنّف لکھتے ہیں کہ "اُس دلکش و دلفریب وقت کے اعتبار سے اگرچہ آپ کو کچھ مدد پہنچی ہو گی لیکن زیادہ تر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نے آپ کے دل کو مُجلّٰی اور صاف کر دیا تھا۔[9]" (حیات ولی، ص ۴۲۳)

حَرمَین طیّبین کے اَساتِذہ کرام رحمھم اللّٰہ تعالی

مصنّف "حیاتِ ولی" نے تین بزرگوں کے اَسماءِ گرامی لکھے ہیں اور اُن کے حالات کچھ کتاب میں، کچھ حاشیہ پر تفصیل سے لکھے ہیں (حیات ولی، ص ۴۲۳ تا ۴۴۰)، اُن میں پہلے حضرت شیخ محمد وفد اللہ بن شیخ محمد بن محمد بن سلطان المغربی رضی اللہ عنہ ہیں۔ دوسرے شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم کردی رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔ اُن دوسرے بزرگ سے بہت اِستِفاضَہ واِستفادہ کیا اور اُن سے خِرقۂ خلافت (خلافت کا لباس) بھی حاصل ہوا اور یہ حضرت شیخ شاہ مُحقّق عبد الحق مُحدِّث دہلوی رضی اللہ تعالی عنہ تلمیذ التلمیذ (شاگرد کے شاگرد) ہیں۔ چنانچہ حیاتِ ولی میں ہے کہ "شیخ عبد اللہ لاہوری جو مُلّا عبد الحکیم سیالکوٹی کی تمام کتابوں کی روایت شیخ عبد اللہ اللبیب سے کرتے ہیں اور شیخ عبد الحق مُحدِّث دہلوی کی تمام کُتُب اِسی واسطہ سے مولانا عبد الحکیم سے روایت کرتے ہیں۔" (حیات ولی، ص ۴۲۸ تا ۴۲۹) اِس اعتبار سے شاہ ولی اللہ صاحب کے پَرَستاروں (عقیدت مندوں) کو حضرت شیخ مُحقّق شاہ عبد الحق دہلوی قُدّس سِرّہ کے شان کے متعلق آنکھ کھولنی چاہئے جبکہ وہ شاہ ولی اللہ صاحب کی محبت وعقیدت میں سیّدنا عبد الحق مُحدِّث دہلوی قُدّس سِرّہ سے آنکھ چُراتے پھرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب کو حَرمین شریفین کے اَساتِذہ سے زیادہ شیخ ابو طاہر سے عقیدت و محبت تھی اور اپنی تصانیف میں اُن کے مَناقب و فضائل کے گیت گائے ہیں چنانچہ "حیات ولی" میں ہے کہ "میں نے عُلماءِ حَرمین کے اکثر حضرات سے ملاقات کی ہے اور اکثر فُضَلاء کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں لیکن میں نے کسی کو نہیں دیکھا ہے کہ مَکارِمِ اَخلاق (حسنِ سلوک) کے ساتھ جامع عُلوم ہو بجزء شیخ ابو طاہر بن ابراہیم کردی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے۔ شیخ کی فَراست (ذہانت) و دِرایت حقیقت میں خصوصیّت کے ساتھ قابلِ ذکر ہے جسے میں نے اپنی تالیفات کے بعض مختلف مقامات میں ذکر کیا ہے۔[10]

(حیات ولی، ص ۴۳۰)

---

[8] (حیات ولی، حصہ چہارم، شاہ ولی اللہ، 1/232، مطبوعہ افضل المطابع دہلی، ہند)

[9] (حیات ولی، حصہ چہارم، شاہ ولی اللہ، 1/233، مطبوعہ افضل المطابع دہلی، ہند)

[10] (حیات ولی، حصہ چہارم، شاہ ولی اللہ، ج1/ص234، الی 236 مطبوعہ افضل المطابع دہلی، ہند)

شاہ صاحب کے تیسرے اُستاذِ مکرم شیخ تاج الدین قلعی حنفی[11] رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

شاہ صاحب کے اَساتِذہ کے زمانہ میں وہابیّت

اِن تینوں حضرات میں سے کوئی ایک ایسا نہیں جن پر وہابیّت کا اثر ہو یا اِن کے واسطہ سے شاہ صاحب پر وہابیّت اثر انداز ہوئی ہو بلکہ پورے وُثوق (یقین) سے کہا جا سکتا ہے کہ اُس وقت تحریکِ وہابیّت اپنے گھر ہی گھر میں شور مچا رہی تھی کیونکہ تاریخ بتاتی ہے کہ اِس تحریک کا اصل بانی تو خود "عبد الوہاب نَجدی" تھا چنانچہ "سیف الجبار"[12] میں ہے کہ "عبد الوہاب نام ایک رئیس نجد کا بڑا چالاک ہوشیار تھا باپ دادے اُس کے علمِ ظاہری اور باطنی میں اُس ملک کے مُقتدا (پیشوا) اور صاحبِ سلسلہ تھے اور اُس خاندان کا اُس ملک میں بڑا اعتبار تھا۔ عبد الوہاب نے حال سلطنت کی خرابی[13] کا دیکھ کر ارادہ کیا بادشاہی کا اور یہ صَلاح ٹھہری کہ دینداری کے حیلے سے اور لوگوں کو جمع کر کے مکّہ اور مدینہ کو اپنے تصرُّف میں لے لیجئے کہ فوج و لشکر سے خالی ہیں اور مال و خزانہ اُن میں بے شمار ہے جب یہ قبضہ میں آگیا اور خزانہ بیشمار ہاتھ آیا پھر آگے اور ملکوں پر داخل ہونا آسان ہے کیونکہ وہ سب آپس میں نِفاق اور نِزاع (اختلاف) کے سبب خراب حال ہیں یہ صَلاح ٹھہرا کر عبد الوہاب مع اپنے عزیزوں قریبوں وعظ کہنے اور مُرید کرنے میں طریقہ باپ دادے کا تھا خوب مشغول ہوا اور خلائق (مخلوق) کو اپنا معتقد و مُطیع (تابعدار) کر کے جمعہ کے دن مجمع عام کیا اور بڑے آدمیوں و اَطراف و جَوانب سے بلایا اور بطور وعظ کے کہا کہ شروع میں بادشاہ ضرور ہے اَحکامِ دینی کا جاری ہونا ظالم کا تَدارُک (یعنی مرمت) مظلوم کی دادرَسی (حمایت) عید جمعہ وغیرہ سب بادشاہ پر موقوف اور بادشاہ روم و شام صرف برائے نام ہے حکم اُس کا ذرا نہیں اُس کو بادشاہ کہنا جھوٹ بولنا ہے کہ بڑا گناہ ہے اور خطبہ کہ عبادت ہے جھوٹ بولنا ہی بے جا ہے چاہئے کہ سب حاضرین مل کر ایک شخص کو سردار مقرر کریں مگر مجھ کو معاف رکھیں کہ دنیا کی طرف رَغبت نہیں رکھتا ہوں پہلے اُن لوگوں سے تامّل (غور و فکر) کیا جو جمع ہوئے تھے پھر سبھوں نے کہا سوائے آپ کی ذات شریفہ کے اور کوئی اِس کام کے لائق نہیں۔ کہا کہ مجبور ہوں جماعتِ مسلمین کے خلاف کیوں کروں لاچاری سے قبول کرتا ہوں مگر ایک شرط ہے کہ عقائد و اَعمال میں میرے مُطیع رہو اور میرے حکم سے نہ پھرو۔ آخر سب سے بیعت لیکر امیر المومنین بنا اور اُس کا نام سلطان کے نام کی جگہ خطبہ میں داخل ہوا" قصبہ درعیہ" کو کہ وطن تھا تخت گاہ قرار دیا اور اپنی اولاد اَقارب کو شہروں کا حاکم مقرّر کیا اور عدل و انصاف دینداری و تاکید نماز و روزہ کی خوب جاری کی اور اجلاس امامت کے زور سے ملک کا انتظام اپنی ذریّت کے حوالے کیا اور آپ مشغول ہوا ایک نئے مذہب میں کہ اہلسنّت و جماعت کے مشہور مذہبوں[14] سے جدا ہو کہ اُس مذہب کی رُو سے وہ کافر ٹھہریں کچھ مسئلے مُتفرّق (مختلف) خارجیوں کے کچھ معتزلہ کے کچھ مَلاحِدہ[15] ظاہریہ وغیرہ مذہبوں سے لیکر کچھ اپنے دل سے جوڑ کر ایک رسالہ بنایا۔ محمد نام اُس کے بیٹے نے اُس میں بڑھا کر نام اُس کا "کتاب التوحید"[16] رکھا۔ پھر اُس کو آپ اختصار کیا حاصل اُس کا یہ کہ تمام اُمّتِ مرحومہ کافر ہے۔ خصوصاً رہنے والے حَرمین شریفین کے تاکہ اُن کا لوٹنا اور مار ڈالنا جہاد ٹھہرے۔ چند نسخے اُس کے حاکموں کے پاس بھیجے گئے حاکموں نے اُسے ظاہر کیا، محکوموں نے قبول کیا اور بہت خوش ہوئے[17] بظاہر یہ تحریک عوام میں اِسلئے مطبوع (محبوب) و مقبول تھی کہ عوام اپنے اپنے علاقوں میں اپنے بادشاہوں کے ظلم و ستم اور دیگر خرابیوں سے تنگ تھی۔ عوام کو اپنی سہولتوں کے پیشِ نظر اُس تحریک کے عقائد و اَعمال سے چشم پوشی

---

[11]) حیات ولی میں صرف ان کا ذکر لکھا ہے ممکن ہے کوئی اور حضرت بھی ہوں۔ اویسی غفرلہ

[12])کتاب کا پورا نام "سیف الجبار المسلول علی اعداء الابرار" ہے ۱۴۳۰ھ مفید عام آگرہ کی مطبوعہ ہے۔

[13]) سلطنت کی خرابی کا بیان آگے آتا ہے۔ ۱۲

[14])چنانچہ اس منحوس تحریک کی بنیاد "عبد الوہاب" نجدی نے رکھی پھر اس کے بیٹے محمد بن عبد الوہاب کے مریدوں کے ذریعے 1241 ہجری کو پایا تکمیل کو پہنچی تفصیل آتی ہے ۔

[15])ملاحِدہ ملحد کی جمع، بے دین لوگ۔(نوری)

[16])یہ وہی کتاب ہے جس کا نچوڑ اسماعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان میں ہے۔

[17])(سیف الجبار ج 1 / ص 61 الی 62، ظہور وہابیت اور ان کا فتنہ، ناشر: تاج الفحول اکیڈمی بدایون، طبع جدید، 1439ھ / 20217ء)

مجبوری تھی جیسے کہ ہر زمانہ میں عوام کا طریقہ رہا اور ہے اور چونکہ عبدالوہاب اِبنِ تیمیہ و ابن قیم کا خاصہ مُعتَقِد(عقیدت مند) تھا اُن کی مردہ تحریک کو زندہ کرنا اُن کا اِعادتِ ثانویہ (دوہری کوشش) بن چکی تھی اِسی لئے اُس نے اُن کی تصانیف کو بڑی کوشش سے تلاش کر کے شائع کرا کر عام رائج کیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج وہابی تحریک کے پَرَستاروں(عقیدت مندوں) کو اِبنِ تیمیہ و اِبنِ قیم کی تحقیق پسند ہے اور وہ اُن کو اپنا مُقتداء و امام مانتے ہیں۔ (آزما کے دیکھئے) مذکورہ تحریک ہی عبدالوہاب نَجدی کے ساتھ حاکم کی مُخاصَمت کا سبب بنی چنانچہ "کتاب التوحید" کے مقدمہ میں ہے کہ "شیخ عبدالوہاب اُس "شہر عیینہ" کے قاضی تھے عرصہ کے بعد ۱۱۳۹ھ میں یہاں کے حاکم سے مُخاصَمت ہوگئی جس سے مَعزول ہو کر درعیہ میں چلے گئے جہاں ۱۱۵۳ھ میں وفات پائی۔[18] اُس کی وفات کے بعد اِس تحریک کو محمد بن عبدالوہاب نے خوب چلایا یہاں تک کہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا چنانچہ تفصیل آئے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) اِس سے معلوم ہوا کہ اِس تحریک کے مقلدین و مُعتقدین و مُتعلقین کو وہابی منسوب بہ عبدالوہاب کرنا بجا ہے۔ ابو عبداللہ سورتی مُترجم "کتاب التوحید" وغیرہ کا یہ کہنا کہ "وہابی لقب عام طور پر بڑے بے دین و کافر کے لئے مُستَعمَل ہوتا ہے۔ حالانکہ اولاً یہ نسبت صحیح نہیں کیونکہ اِس تحریک کا بانی محمد تھا نہ عبدالوہاب الخ۔"[19] ایک حقیقت چھپانے کے مُترادف (برابر) ہے اور تاریخی حقائق ایسے کم علم لوگوں کے کب چھپ سکتے ہیں۔ اِس تحریک کا بانی ۱۱۵۳ھ میں فوت ہوا اور تحریک کو مسلسل طور اُس کے بیٹے محمد نے جاری رکھا لیکن ۱۱۴۳ھ تک جو کہ شاہ ولی اللہ صاحب کی تعلیم کا دور ہے۔) کہاں اِس تحریک کو تو ۱۱۵۹ھ، ۱۷۴۶ء نجد تک رَسائی ہوئی[20] بلکہ اَہالیانِ حَرمین شریفین کو جب اِس تحریک کے گندے عَزائم (ارادے) معلوم ہوئے تو ۱۱۶۲ھ، ۱۷۴۹ء میں مکّہ شریف میں نَجدیوں کا داخلہ تک بند کر دیا گیا[21]۔ پھر کہیں ۸ محرم ۱۳۱۸ھ اور ۳۰ اپریل ۱۹۰۳ء کو کو مکّہ معظمہ[22] پر تسلط جمایا (غلبہ حاصل کیا)۔[23] مُفَصّل داستان آئیگی ان شاء اللہ۔

تاریخ کی نشاندہی سے معلوم ہوا کہ شاہ ولی اللہ صاحب کے اَساتِذہ کو وہابی تحریک سے کسی قسم کا واسطہ نہیں تھا بلکہ ممکن ہے کہ وہ اُسی تحریک کے دشمن اور سخت دشمن ہوں کیونکہ وہ حضرات اُسی دوران میں وہ اپنی عمر کی آخری بہار دیکھ رہے تھے جب ثابت ہوا کہ شاہ صاحب کے اَساتِذہ وہابیّت کے اثر سے کوسوں دور تھے تو پھر شاہ صاحب کو وہابی تحریک نے کیسے گھیرا البتہ اُس کا سبب سیاست ہو سکتی ہے چنانچہ جب شاہ صاحب حَرمین محترمین میں رہ کر جہاں بزرگوں سے فیض حاصل کرتے رہے وہاں کچھ سیاست میں قدم رکھنے کی سوچ بچار میں بھی لگے رہے۔ ایک شہادت ملاحظہ ہو۔ محمد میاں (دیوبندی) ناظم علمائے ہند لکھتے ہیں:

آپ (شاہ ولی اللہ صاحب) نے ۱۷۲۸ھ، ۱۱۴۳ء میں حجاز شریف کا سفر اختیار کیا دو سال قیام کر کے علمی اور روحانی مَشاغِل کے ساتھ بڑا کام کیا کہ یورپ اور ایشیاء کے زائرین سے اُن ممالک کے متعلق پوری واقفیت حاصل کی، ترکی حکومت کو اگرچہ سماجی خرابیوں کا گھن لگ چکا تھا مگر پھر بھی اُس زمانہ میں ایشیاء کی سب سے بڑی حکومت بھی تمام مشرق وسطیٰ پر اُس کے اِقتدار کا پرچم لہرا رہا تھا۔ بحر عرب میں عدن تک اُس کا قبضہ تھا اور یورپ و افریقہ کے بھی بہت سے حصے اُس کے زیرِ اثر اِقتدار تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحب اُن سب سے بڑی حکومت کے اندرونی حالات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ آپ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

احوال هند بر مخفی نیست که خود مولا و منشا فقیر است بلاد عرب نیز دیدیم و احوال مردم ولایت

---

[18])(کتاب التوحید، ترجمہ از عبداللہ محمد بن یوسف سواتی، 1/10، مقدمہ، مطبوعہ: مکتبہ جامعہ اسلامیہ، قرول باغ، دہلی)

[19])(کتاب التوحید، ترجمہ از عبداللہ محمد بن یوسف سواتی، 1/20، مقدمہ، مطبوعہ: مکتبہ جامعہ اسلامیہ، قرول باغ، دہلی)

[20])علمائے ہند کا شاندار ماضی، ص 261

[21])علمائے ہند کا شاندار ماضی، ص 261

[22])اس وقت محمد بن عبدالوہاب مر چکا تھا۔

[23])علمائے ہند کا شاندار ماضی۔ ص 163

یعنی ہندوستان کے حالات پوشیدہ نہیں ہیں کیونکہ ہندوستان خود اپنا وطن ہے ممالکِ عرب بھی دیکھ لئے ہیں اور ولایت والوں کے حالات وہاں کے مُعتمد لوگوں کے ذریعہ معلوم ہوتے ہیں۔

اُس کے بعد میاں محمد لکھتے ہیں کہ اِن تمام ممالک کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد آپ کے گہرے سوچ وبچار اور اعلیٰ تدبر نے فیصلہ کیا کہ جو کچھ سماجی معاشی یا اقتصادی تباہیاں اِس وقت موجود ہیں اُن کا اصل سبب مُلُوکِیَّت (آمرانہ حکومت) اور شاہنشاہیت ہے، اُس کے بعد محمد میاں نے نتیجہ نکالا کہ " اِس سفر حجاز میں آپ کے ضمیر کی آواز نے یہ فیصلہ بھی سنا دیا کہ اِن تباہیوں اور بربادیوں کا واحد علاج فَکِّ کل نظام (نظام کا خاتمہ) ہے یعنی ایسا ہمہ گیر اور مکمل انقلاب جو کہ سَماج کے معاشی سیاسی، اِقتصادی غرض ہر ایک ڈھانچے کو بدل ڈالے الخ۔[25]

شاہ ولی اللہ نے سیاست میں قدم کیوں رکھا؟

اِس کی وجہ ظاہر ہے کہ آپ کے اُس زمانہ میں سیاسی اِنتشار کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ مُغلیہ حکومت کے تناور درخت کی جڑیں کھوکھلی ہو رہی تھیں تخت نشینی کے لئے آئے دن کُشت وخُون (قتل وغارت گری) کا گرم بازار رہتا تھا۔ صوبیدار (عہدے دار) مرکز سے باغی ہو رہے تھے اُمَراء اور رؤسا آپس میں برسرِپیکار تھے۔

شاہ ولی اللہ نے دہلی میں مندرجہ ذیل دس (۱۰) بادشاہوں کا دورِ حکومت دیکھا:۔

1۔ اورنگزیب عالمگیر	۱۱ذی قعدہ ۱۰۶۸ھ تا ۲۸ ذی قعدہ ۱۱۱۸ھ
2۔ شاہ عالم بہادر شاہ اوّل	غُرَّۃ (یکم) ذی الحجہ ۱۱۱۸ھ تا ۲۱ محرم ۱۱۲۴ھ
3۔ معزّ الدین جہاندار شاہ	۱۱۲۴ھ تا ۸ محرم ۱۱۲۵ھ قتل کیا گیا۔
4۔ فرخ سیر	۱۱۲۵ھ تا ۸ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ وقید ہوا۔
5۔ رفیع الدرجات	۹ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ تا ۲۰ رجب ۱۱۳۱ھ ۳ماہ ۱۱ دن بادشاہ رہا۔
6۔ رفیع الدولہ	۲۰ رجب ۱۱۳۱ھ تا ۱۷ ذی قعدہ ۱۱۳۱ھ ۳ماہ ۲۸ دن بادشاہ رہا۔
7۔ شاہ محمد	۱۱۳۱ھ تا ۲۹ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ
8۔ احمد شاہ	۲ جمادی الاولیٰ ۱۱۶۱ھ تا ۲۷ شوال ۱۱۶۷ھ اندھا کر کے قید کیا گیا۔
9۔ عالمگیر ثانی	۱۰ شعبان ۱۱۶۷ھ تا ربیع الثانی ۱۱۷۳ھ قتل کیا گیا۔
10۔ شاہ عالم ثانی	۱۴ جمادی الاولی ۱۱۷۳ھ تا ۷ رمضان ۱۲۲۱ھ

اورنگزیب عالمگیر کے انتقال کے وقت شاہ ولی اللہ کی عمر کم و بیش چار (۰۴) سال کی تھی، شاہ صاحب نے شاہ عالم ثانی کا دور بھی ڈھائی سال ہی دیکھا[26] اُس وقت شاہ عالم یورپ میں بھٹکتا پھر رہا تھا اور دہلی کا تخت بادشاہ سے خالی تھا بقیہ آٹھ (۰۸) بادشاہوں میں سے چار (۰۴) بادشاہ قتل کئے تھے اور دو

---

[24])از کتاب التمجید فی آئمۃ تجدید بحوالہ شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک، ج ۱، ص ۱۴

[25])(علمائے ہند کا شاندار ماضی، 2/403، تشخیص مرض اور فکر علاج، مطبوعہ اشتیاق اے مشتاق پرینٹنگ پریس لاہور، اشاعت ششم، 2010ء)

[26])(قصدیہ اطیب النعم مع شرحہ لکرم اللہ ازہری، ج 1، ص 7 الی 8، مقدمہ، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیشرز لاہور، سن اشاعت 1999ء)

بادشاہوں کی حکومت صرف تین(۰۳) ماہ رہی، تخت نشینی کے لئے جو جنگیں ہوئیں اُن میں کم و بیش دس(۱۰) بادشاہت کے دعویدار قتل ہوئے اُن میں سے بعض نے تو شاہیت کا اعلان بھی کر دیا تھا، دراصل یہ مُغلیہ حکومت کی جاں کُنی(آخری سانس) کا عالم تھا۔ اُمراء، رؤساء سازشوں اور عَیش کوشیوں (آرام و آسائشوں) میں مبتلا تھے اِس پر اُن کی چیرہ دستیاں(ناانصافیاں) اور سفاکیاں(ظلم و ستم) مُستَزاد(بہت زیادہ) تھیں۔ سیّد برادران حسین، علی، اور عبد اللہ خان سیاہ سُپیدہ(کالے گورے) کے مالک بنے ہوئے تھے بادشاہ دہلی اُن کے اشارۂ چشم و ابرو کا منتظر رہتا تھا، اُمراء کے آپس کے نِفاق نے مرہٹوں، سکھوں، جاٹوں کو سر اُٹھانے بلکہ حکومتیں قائم کرنے کے مواقع بہم پہنچائے صوبیدار خود سر(سرکش / خود مختار) ہو گئے، بنگال و بِہار پر علی دروی خان نے قبضہ کیا اودھ پر بُرہان الملک اور صفدر جنگ نے ہاتھ صاف کیا۔ اور دو آپے میں روہیلے اور بنگش ہاتھ پیر مارنے لگے۔ دکن میں نظام الملک نے مسندِ حکومت آراستہ کی غرضیکہ دہلی کی مرکزی حکومت کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی اُس پر غیر ملکی حملوں نے رہی سہی ساکھ کو بھی ختم کر دیا، نادر شاہ کے حملے نے دہلی کی حکومت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی بقیہ کسر احمد شاہ ابدالی نے پوری کر دی[27] اُس نے نو(۰۹) مرتبہ حملے کئے اور دہلی کو تاراج(تباہ) کر دیا درائیوں نے دہلی کو جس بری طرح غارت کیا اُس پر میر تقی میر(ف ۱۸۰۱ء) "کس طرح خون کے آنسو روتے ہیں" ملاحظہ ہو۔[28]

"عالم برد بر انه تازه شهر افتاده بربرق می گریستم و هرگرفتم و چون بیشتررقم چیران ترشدم مکه نهارنشناختم، دیار نیافتم ازعمامت آثارندیدم ازساکنان خبرشنیدم ان هرکه سخن کردیم گفتند که این جانیست : ازهرکهنه نشان هستم که ن گفتند که پیدا نیست خانها نشسته، دیواره با شکسته خانقاه بے صوفی، حمرا بات ہے مست خر ابه بود ... ازاسرا کجا که بگی که طفلا انه بازدارکیا ، حسن بود که بپرسیم، باران زرد احضارکه جو انان رعنا رفتند پیران پارساگرختند محله اشراربه کوچہاناياب ووحشت ہویدا انس نا پیدا"

اِس کے علاوہ سات سمندر پار کے فرنگی جنوب و مشرق سے قبضہ کرتے چلے آرہے ہیں پلاسی کی فیصلہ کن جنگ شاہ ولی اللہ کی زندگی ہی میں ہوئی تھی شاہ صاحب کے دور میں یہ سیاسی حالت تھی، سیاسی حالات دوسرے مختلف شعبہ ہائے زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں سیاسی کمزوری کے نتیجہ میں اقتصادی، معاشرتی اور مذہبی حالات بھی بد سے بدتر تھے عوام بدحال اور پریشان تھے تجارت و صنعت کا جنازہ نکل چکا تھا اور اِعتقادی عمارتیں کھوکھلی ہوتی جارہی تھیں اُس زمانے کے شُعراء کے شَہر آشوب[29] سیاسی و اقتصادی اور مذہبی بدحالی کا صحیح نقشہ پیش کرتے ہیں۔

اِن سیاسی بگڑے ہوئے حالات میں بھی ایران اور ماوراءالہند سے آئے نوادر و نظام حکومت میں منسلک ہو جاتے تھے اور خوب لوٹ مچاتے تھے، اُن کو برّصغیر کے عوام سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی وہ اپنے عُہدوں، وزارت، اَمارت اور قبضہ واِقتدار کے لئے آئے دن توڑ جوڑ، سازشیں اور جنگ کے نقشے جماتے رہتے تھے، برہان الملک، صفدر جنگ، عماد الملک، نجف خان نیز دوسرے اُمراء کے سیاہ کارنامے اُس پر دال ہیں۔ یہ سب ایران و توران کے آئے ہوئے لوگ تھے، برصغیر کی سیاسی ابتری کے نتیجے میں اَمارت و وزارت کے عُہدوں پر فائز ہوئے اُن اِقتدار کے ساتھ ہی اُن کے اَعزّاء وہ اَحباب اور شُعوب قبائل نے برّصغیر ہند و پاکستان میں آکر سکونت اختیار کی، دوسرے صَنعت کار اور صاحبانِ علم و فضل بھی وارد ہوئے اُن عقائد و افکار سے عوام و خواص سب ہی متاثر ہوئے تھے اُن کے عُلوم و فنون اور معاشرت و تمدن کی تقلید کی جاتی تھی، علمائے فرنگی محل نے عُلومِ عقلیہ سے اِعتِنار(التفات) کیا اور اُن ہی عُلوم کی مُتَداوَل(معروف) کُتُب پر شرح و حَواشی کا کام انجام دیا ہر طرف سے زواہِدِ ثلاثہ کی صدا اور صدائے بازگشت(گونج) سنائی دیتی ہے۔[30]

---

[27])(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، 1 / 31، ناشر: مرکنٹائل پریس، لاہور، سن اشاعت: 1944ء)

[28])ذکر میر از تقی میر و مرتبہ مولوی عبد الحق، ص ۱۹۹ و انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد ۱۹۲۸ء کذا فی الاصل

[29])(وہ نظم جس میں کسی شہر یا ملک کی اقتصادی یا سیاسی بے چینی کا تذکرہ ہو۔)(نوری)

[30])(علمائے ہند کا شاندار ماضی، ج 2، ص 401 الی 420، ملخصاً، مطبوعہ اشتیاق اے مشتاق پرینٹنگ پریس لاہور، اشاعت ششم، 2010ء)

حکومت و دربار میں ایران وماوراء النہر کے اکابر چھائے ہوئے تھے اِسی لئے اُسی طرزِ فکر، معاشرتِ لباس، آداب وطریق کو قبولِ عام حاصل ہوا۔ ہر چیز جمعیّت کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی معاشرہ فعّال پذیری (اثر پذیری کی کیفیت) اپنی حد کو پہنچ چکی تھی۔ ظاہری نمود و نمائش اور غیر اسلامی رُسوم ورواج کا دور دورہ تھا۔ مذہبی بدحالی حدِّ بیان سے باہر ہے تَوَہُّم پرستی، مَراسم پرستی عملی زندگی سے فرار، اُس دور کی نمایاں علامات تھیں، بے دین اور مُلحد لوگ اپنے آپ کو سجّادۂ علم کا مالک جانتے تھے فاسد خیالات سے معاشرہ کا جنازہ نکال دیا تھا، خاص دہلی کی حالت کا مزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بدعقیدہ لوگ لوٹ مچائے ہوئے تھے دو واقعات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔[31]

ٹھٹہ کا ایک غیر معروف شخص عبدالغفور دہلی پہنچ کر سیادت و مَشیخیت کا عَلم (پرچم) بلند کرتا ہے۔

شہزادگان اور اُمرائے سلطنت سے رابطہ بہم پہنچاتا ہے فُتوحات کا یہ عالم ہے کہ پانچ ہزار روپے روزانہ وصول ہوتے ہیں۔ اُس کی جراءت یہاں تک بڑھتی ہے بادشاہِ دہلی تک گفتگو کر گزرتا ہے بادشاہ بھی اُس کی ناشائستہ (نامناسب) جراءت سے تنگ آگیا اُس دنیا پرست پیر نے کم و بیش چار کروڑ روپیہ خزانہ شاہی سے غَبن (دھوکہ) کیا آخر ۱۱۴۴ھ، ۱۷۳۲ء میں قید ہوا۔ اور شوال ۱۱۴۸ھ میں قید خانہ ہی میں فوت ہوا۔

ایک شخص محمد حسین نے پیری مُریدی کے پردے میں اسلام ہی پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا اور ایک نئے مذہب کی داغ بیل (بنیاد) ڈال دی۔[32] محمد حسین عرف "نمودو انمود" نے مشہد سے کابل پہنچ کر پہلے تو شاہی مُتوسّلین سے تعلق پیدا کیا اور پھر اپنی روحانیت کی تبلیغ کی۔ اُس نے بتایا کہ اُس کا درجہ نبوّت اور امامت کے بین بین (درمیان) ہے اُس کی شان وہی ہے جو انبیاء اور اَولیاء کی ہوتی ہے اُس مرتبہ کا نام بیگو گیت ہے اُس نے اپنی خرافات کو "اقوال مقدسہ" کے نام سے موسوم کیا۔ وہ کسی مذہب سے سروکار نہیں رکھتا تھا اُس کے مرید "فربود" کہلاتے تھے، نماز کام دید تھا اُس کے مریدوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچی جب شاہ ولی فرخ سیر اُس کے مریدوں میں داخل ہوا تو "نمودو انمود" کا ڈنکا بجنے لگا اتفاق سے اُس کے خلیفہ سے اختلاف ہو گیا تو خلیفہ نے اُس کا سارا ڈھونگ ظاہر کر دیا۔ اِن دو مثالوں سے اُس دور کی مذہبی حالت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جاہل پیر اور مکّار صوفی کس طرح مسلمانوں کی دین و دنیا کو برباد کر رہے تھے اُن دو مکّاروں کے حالات تو تاریخ میں اِس لئے محفوظ رہ گئے ہیں کہ اُن کے حلقۂ مریدی میں بادشاہ تک منسلک ہو گئے تھے ورنہ عوام میں جو لوگ ارباب مِن دونِ اللہ بنے بیٹھے تھے اُن کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے معاشرہ کا بھرپور جائزہ لیا۔ سیاسی حالات کو دیکھا۔ مُلوک و اُمراء، علماء و صوفیاء، صنّاع (فنکار) و عوام کا مطالعہ کیا اور پھر مسلم معاشرہ کی ذہنی اصلاح کیلئے جامع پروگرام بنانا ضروری تھا جسے شاہ صاحب نے سوچ کر تیار کیا اور اِسی لئے سیاست میں قدم رکھا۔

شاہ صاحب کے دور میں وھابیّت

سابقہ سُطور میں بیان کیا جا چکا ہے کہ وہابیّت نے حَرمین طیبین پر پنجے ڈالنے شروع کئے اور وہابی تحریک کو بھی دور کی گردش نے مَعرضِ وجود میں لایا جیسا کہ اِقلیمِ ہند (برصغیر) کے حالات چکر میں تھے کچھ یہی حالات دیارِ عرب میں تھے چنانچہ شاہ صاحب کے مکتوب میں گزرا کہ بلادِ عرب:

نیز دیدم در احوال مردم ولایت از ثقات اینجا شنیدم

---

[31] تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں الشعراء از علی شیر قانع تتوی (مرتبہ پیر حسام الدین راشدی) ص ۶۸۸ تا ۶۹۰، سندھی ادبی بورڈ کراچی

[32] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سیر المتاخرین از غلام حسین طباطبائی، ص ۴۴۷، دلکشور پریس لکھنؤ ۱۷۵۷ء

اور میاں محمد دیوبندی لکھتا ہے کہ "نجد کا غیر مُتَمَدّن صوبہ طوائف الملوکی کا آماجگاہ(ٹھکانا) بنا ہوا تھا ایک ایک قصبہ کا علیحدہ حکمران تھا اور بعض بعض قَصبوں میں دو دو امیر تھے۔ علامہ محمد بن عبد الوہاب کو ہمہ گیر دعوتِ اصلاح لیکر اُٹھے تھے اُن کی کامیابی کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی شیرازہ بندی(ترتیب و تنظیم) ہو اور ایک بااختیار حکمران پورے ملک پر اِحتساب اور کنٹرول کر سکے اِس جذبہ نے اُس اصلاحی تحریک میں سیاسی مکران بھی پیدا کر دیا۔[33]

وھابی تحریک کا شاہ صاحب پر عکس (آباواجداد کے لحاظ سے)

جس طرح شاہ صاحب کا خاندان دیارِ ہند میں آباؤ اجداداً علم و عمل کا گہوارہ تھا اِس طرح وہابی خاندان نجد میں عوام کی نظروں میں مضرز دمکرم تھا چنانچہ محمد میاں دیوبندی کا بیان ہے کہ خاندان علمی تھا۔ محمد میاں کے والد عبد الوہاب۔ دادا سلیمان۔ چچا ابراہیم بن سلیمان۔ چچازاد بھائی عبد الرحمن بن ابراہیم۔ سب عالم اور فقیہ تھے۔ فقہ حنبلی میں اُن کی تصانیف بھی ہیں جو نجد میں مقبول و مشہور ہیں۔ علم کا سلسلہ محمد بن عبد الوہاب کی اولاد میں اُسی شان و شوکت سے جاری تھا اور تقریباً ڈیڑھ صدی گزرنے کے بعد آج بھی یہ خاندان علمی ہے اور اُس کا علمی وقار پورے نجد پر اثرانداز ہے۔[34]

جب شاہ صاحب نے سیاست میں قدم رکھنا چاہا تو آپ پر اِدھر دیارِ ہند کی اَبتری(بدحالی) نے مجبور کیا اُدھر دیارِ نجد میں ایک عالمِ دین کی کامیابی کی باتیں سنیں جو کہ باوجود بے سروسامانی کے اپنی تحریک میں کامیاب ہوتا جارہا تھا چنانچہ "کتاب التوحید" کے مقدّمہ میں ہے کہ باپ کی وفات کے بعد پورے جوش کے ساتھ شیخ نَجدی نے بدعات کا مقابلہ شروع کر دیا۔ شہر کے چند لوگ ساتھ ہوگئے اور اُن کی اطاعت و حمایت کرنے لگے اب یہاں سے شیخ نَجدی کی اصلی اسکیم(منصوبہ بندی) شروع ہوتی ہے۔

دیملا میں بعض خاندان ایسے تھے جن کے غلام فِسق فجور میں سَبقت(بازی) لے گئے تھے۔ شیخ نَجدی نے اُن کی اچھی طرح قلعی کھول دی یہ سب دشمن ہوگئے۔ شیخ نَجدی کے قتل کا تہیہ کر لیا، آخر ایک دن اُس کے مکان میں گُھس بھی گئے لیکن کامیاب نہ ہو سکے شیخ نَجدی یہاں سے ہجرت کر کے عینیہ پہنچے وہاں کے امیر عثمان بن معمر اچھا خاصہ اثر ڈالا اور ساس کی لڑکی جوہر سے شادی کر لی شیخ نَجدی نے عثمان سے اپنی دعوت وارشاد کی پوری اسکم(منصوبہ بندی) بیان کی یعنی شرک، بدعات، قبر پرستی، پیر پرستی کی محبت میں لوگوں کو بچانے کی تبلیغ کی اور کہا کہ لوگوں کو ہماری دعوت کی طرف بلائیں اللہ تعالی تیری مدد کرے گا اور ملکِ نجد تیرے ہاتھ میں دے دیگا۔ عثمان نے شیخ نَجدی کی حمایت کا عَزم(پختہ ارادہ) کر لیا عینیہ کے بہت سے لوگ شیخ نَجدی کے ساتھ ہوگئے۔ اُسی اَثناء میں بڑے بڑے و متبرکات درخت وغیرہ کٹوائے اوقبہ زید بن الخطاب، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی کو ڈھایا جو جبیلہ کے کے مقام پر واقع تھا د غیرہ وغیرہ، دائی احساء نے امیر عثمان کو متنبہ کیا اور تہدید آمیز(خوفناک) خط لکھا جس سے وہ گھبرایا اور شیخ نَجدی کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔ شیخ نَجدی کو وہاں سے درعیہ کے مقام پر پہونچے اِبنِ سعود نَجدی کے ملازموں پر اچھا خاصہ اثر ڈالا اور اِبنِ سَعود کی عورت کو اپنا مُعتَقِد بنایا پھر اِبنِ سعود کی عورت نے اپنے شوہر نامدار کو شیخ نَجدی کا مرید کرایا۔ اُس کے بعد شیخ نَجدی کی تحریک کے ہاتھ مضبوط ہوئے۔[35]

---

[33] (علمائے ہند کا شاندار ماضی، 2/523، وہابی لفظ کی وضاحت، مطبوعہ اشتیاق اے مشتاق پرینٹنگ پریس لاہور، اشاعت ششم، 2010ء)

[34] (علمائے ہند کا شاندار ماضی حاشیے کے ساتھ، 2/259، وہابی لفظ کی حقیقت، مطبوعہ: مطبوعہ الجمعیۃ پریس، دہلی، سن اشاعت: 1957ء)

[35] (کتاب التوحید، ترجمہ از عبد اللہ محمد بن یوسف سواتی، ج 1، ص 11 الی 15، مقدمہ، مطبوعہ: مکتبہ جامعہ اسلامیہ، قرول باغ، دہلی)

یادرہے کہ شیخ نَجدی کی یہ عادت بچپن سے تھی کہ تمام معمولاتِ اَہلِ سنّت کو بدعت و شرکت گردانتا تھا چنانچہ تعلیم کے لئے یہ مدینہ طیبہ میں گنبدِ خضرا کے قریب پہونچا تو دیکھا لوگ گنبدِ خضرا کے قریب اپنے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اِستغاثہ وہ اِستعانہ (مدد طلب) کر رہے ہیں تو اُس وقت بولا: إِنَّ هَؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ مَا هُمْ فِيهِ، وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

یعنی یقیناً یہ لوگ جس کام میں ہیں قابلِ تباہی و بربادی اور اُن کے اَعمال باطل اور غلط ہیں۔[36]

تحریکِ وہابیّت کے مزید حالات فقیر کے رسالہ "التحقیق الجلیل فی تحریک اسماعیل القتیل" میں ملاحظہ فرمائیں۔

لیکن بِفضلہ تعالی شاہ صاحب بچپن کیا جوانی تک بلکہ والدِ مرحوم کے وصال کے بعد کافی عرصہ تک۔ اور یقیناً تاحیات مَراسِم اہلسنّت اور اُن کے عقائد کے پابند رہے۔ صرف انتخابات تھی کہ وہابیّت کے رنگے ہوئے لوگوں کی طرفداری کرتے اِسی وجہ سے آپ پر بارہا آپ کے اپنے زمانہ میں ہی وہابیّت کا الزام لگا۔ اور اب بھی بعض باتوں کی وجہ سے لوگوں نے آپ پر وہابیّت کا اِتّہام (الزام) لگاتے ہیں، اسی موقعہ کو غنیمت جان کر وہابیہ نے اُنہیں اپنا ہم نوا سمجھا اور دیوبندیوں نے اپنا۔ دراصل وہابی نہ تھے بلکہ پکے حنفی اور مشائخ کے پابند چنانچہ اُن کی تصانیف: فیوض الحَرمین، انفاس الحرمین ، الطیب النغم ، عقد الجید وغیرہ سے پتہ چلتا ہے۔ شاہ صاحب اپنی تعلیم کے بعد جب مَسندِ تدریس کو زَیب بخشتے ہیں تو اُس کے بعد عین اُسی زمانہ میں حج کو پہنچے جب شیخ نَجدی ۱۱۴۳ھ میں اپنی تحریک کی منزلیں بہت دور تک پہنچا چکا تھا شاہ صاحب اور شیخ نَجدی کے سَن میں صرف نو (۰۹) ماہ کا فرق ہے۔ جس طرح شاہ صاحب نے تھوڑے عرصہ میں تعلیم پائی اسی نے بھی ایسے ہی پھر وہ دورانِ تعلیم حَرمین طیبین کے اَساتِذہ کے اور شاہ صاحب دس بارہ سال قدیمی فاس کے لحاظ سے شاہ صاحب کی تحریک کو وہابی تحریک کے زمانہ میں اکتیس (۳۱) سال زندگی بسر کرنے کا موقعہ ملا اور اُسی تحریک کے ساتھ شاہ صاحب کی بنیادی عقائد کی مُوافقت نہ سہی عملی مُوافقت لازمی اَمر ہے۔ ورنہ سیاست کا جوڑ توڑ غلط ہو جاتا ہے جیسے سیاسی لیڈرانِ کرام کو معلوم ہے یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحب اُس تحریک کے دوران وہابیوں کی طرفداری بہت زیادہ کرتے۔ چنانچہ عبد اللہ سندھی لکھتا ہے:

مولانا محمد فاخر الہ آبادی ایک دفعہ دہلی تشریف لائے شاہ ولی اللہ صاحب سے ملاقات کرنا مقصد تھا اتفاقاً ایک مسجد میں نماز پڑھی اور رفع یدین کر بیٹھے۔ عوام اُن کے سر ہو گئے نِزاع (اختلاف) نے نازک صورت اختیار کر لی ہُجوم اُن کو شاہ صاحب کی خدمت میں لے آیا آپ نے بَرافروختہ (مشتعل) ہُجوم سے نہایت نرمی سے فرمایا کہ اَحادیثِ صحیحہ میں اِس طرح بھی وارد ہے اِس پر وہ خاموش ہو کہ چلے گئے۔ بعد ازاں شاہ صاحب نے مولانا سے فرمایا کہ حکیم وہ نہیں جو عوام کو خواہ مخواہ اپنے خلاف کر لے۔[37] اِس نرمی اور حکمت عملی سے لوگوں کو آپ پر وہابیّت کا شبہ ہو جاتا تھا اور دورِ ثانی کی اپنی تصانیف میں ایسے اشارے کر جاتے جس سے وشبہ یقین کا کام کر جاتا دیارِ عرب میں نَجدی تحریک کی داستانیں زبان زَد عام تھیں جبکہ شاہ صاحب مدینہ طیبہ میں مقیم تھے آپ کو اپنی تحریک پر وہابی تحریک اثر انداز نہ ہوئی البتہ اُس کا طریق کار پسند ضرور تھا اُس پر عربی اَساتِذہ کے کُتُب خانوں میں ابن تیمیہ کی تصانیف کا مطالعہ مزید بر آں کام کر گیا چنانچہ عبید اللہ سندھی کا اعتراف ہے کہ شاہ صاحب کا دیارِ عرب میں ایک مشغلہ اِبن تیمیہ کی تصانیف کا مطالعہ بھی تھا چنانچہ لکھتا ہے: امام ولی اللہ جب حجاز تشریف لے گئے تو اُنہوں نے شیخ کردی مدنی کے کُتُب خانہ میں اِبن تیمیہ کی تصانیف سے بیشک کافی اِستِفادہ (فائدہ حاصل) کیا ہے۔[38] لیکن اِس سے یہ سمجھنا کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اِبنِ تیمیہ کے عقائد یا مسائل سے متاثر ہوئے نہیں نہیں، ہر گز نہیں کیونکہ اُن کے عقائد و مسائل میں بُعد

---

[36] (کتاب التوحید، ترجمہ از عبد اللہ محمد بن یوسف سواتی، 1/11، مقدمہ، مطبوعہ: مکتبہ جامعہ اسلامیہ، قرول باغ، دہلی)

[37] (شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، 1/104، الصدر الحمید، ناشر: مرکنٹائل پریس، لاہور، سن اشاعت: 1944ء)

[38] (شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، 1/87، ناشر: مرکنٹائل پریس، لاہور، سن اشاعت: 1944ء)

المَشرقَین(انتہائی دوری) جیسا فرق ہے اگر بعض باتیں اُن کی طرف منسوب ہیں تو سراسر بہتان اور غلط اور بالکل غلط ہیں چنانچہ آگے چل کر عرض کروں گا البتہ سیاسی اُمور میں اِبنِ تیمیہ کی بعض باتوں کی پیروی ضرور کی چنانچہ عبید اللہ سندھی لکھتا ہے کہ نیز امام ولی اللہ کی کتاب " ازالۃالخفاء "میں بعض اَساسی مسائل ایسے مذکورہ میں جو یقیناً اِبنِ تیمیہ کی تصنیف "منہاج السنہ" سے لیے گئے ہیں شاہ صاحب کو اِبنِ تیمیہ کی تصانیف کا خیال اُس وقت ہوا جبکہ اپنے شیخ ابوطاہرہ کے والد حضرت ابراہیم کردی کے متعلق سنا کہ اُنہیں سیّدنا ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت وعقیدت تھی لیکن اِبنِ تیمیہ کو بھی بُرا نہیں سمجھتے تھے۔[39]

ممکن ہے کہ عبید اللہ سندھی کے یہ اقوال بھی پارٹی کے پروگرام کے مطابق بناوٹی ہوں لیکن پھر بھی شاہ صاحب کے عقائد ومسائل پر اِبنِ تیمیہ کے عقائد ومسائل اثرانداز معلوم نہیں ہوئے اگرچہ اِنہی وُجوہ سے حج کی واپسی کے بعد ہندی اکابر ومشائخ رحمۃ اللہ تعالی نے آپ کو اپنے مشائخ کے طریقہ سے کچھ معاملہ ایسا دیکھا جس کی وجہ سے آپ پر بہت سی باتوں کیوجہ سے بہت بڑے گندے اِتّہامات(الزامات) لگے۔ چنانچہ اشرف علی تھانوی لکھتا ہے کہ جب شاہ ولی اللہ صاحب نے اوّل اوّل فارسی میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا تو دہلی والے بہت بگڑے اور شاہ صاحب کو فتح پوری کی مسجد میں گھیر لیا۔ اور قتل پر آمادہ ہو گئے۔[40]

اور شاہ صاحب کا قرآن مجید کا ترجمہ رفارسی دیارِ عرب کی واپسی پر لکھا، چنانچہ عبید اللہ سندھی لکھتا ہے: شاہ صاحب دہلی واپس آئے اور سب سے پہلے آپ نے قرآن مجید کا فارسی ترجمہ " فتح الرحمن "مکمل کیا جس میں اِجمالی طور اپنے پروگرام کو درج کردیا۔ ۱۱۵۶ھ، ۱۷۴۳ء میں اُس کی تدریس بھی شروع کردی۔ شاہ صاحب کے اِجمالی پروگرام کو سمجھنے کے لئے اُن کے ترجمۂ قرآن کے حواشی سے بڑی مدد مل سکتی ہے شاہ صاحب " فتح الرحمن" کے حَواشی میں وہ تمام چیزیں درج کردی ہیں جو اُن کی دعوتِ تجدید میں اَساس(اصل) کا حکم رکھتی تھیں۔[41]

شاہ صاحب کی تحریک کے نظام میں وہ تحریک اثرانداز تھی جسے ہم وہابی تحریک سے تعبیر کرتے ہیں۔ آپ کے ایسے پروگرام کو دیکھ کر مشائخ اور عوام میں خَلِش(بے چینی) پیدا ہوگئی اگرچہ اہلسنّت اکابر نے چشم پوشی سے کام لیا۔ اور کہیں اشارہ وکنایہ سے بات کو ظاہر بھی کردیا چنانچہ سیّدنا فخر الملّت و الدین حضرت مولانا فخر الدین دہلوی قُدّس سِرّہ نے اپنی کتاب "فخر الحسن" میں اِس حقیقت کو اشاروں میں آشکارا(واضح) فرمایا۔ پھر اُن کے مریدِ صادق مولانا حسن الزّمان مرحوم نے بڑی شدّومدّ کے ساتھ "القول المستحسن شرح فخر الحسن" میں شاہ صاحب کی تردید لکھی۔ اُن کے علاوہ اور بھی شاہ صاحب سے معاصرین اہلسنّت بَرہم ہوئے۔ لیکن خاموشی میں مَصْلِحَت تھی اِس لیے کہ اُس دور میں شیعہ پارٹی کا بڑا زور تھا۔ اور شاہ صاحب کے بڑے سخت مخالف ہوگئے یہاں تک کہ شاہ صاحب کو سخت گزند(نقصان) پہونچایا۔ چنانچہ عبید اللہ سندھی لکھتا ہے کہ "دہلی میں نجف علی خان کا تسلط(غلبہ) تھا جس نے شاہ صاحب کے پہنچے اُتروا کر ہاتھ بیکار کردیئے تھے تاکہ وہ کوئی کتاب یا مضمون نہ تحریر کرسکیں۔

اور اُسی نے مرزا مظہر جانجاناں کو شہید کروایا تھا۔ اور شاہ عبدالعزیز و شاہ رفیع الدین کو اپنی قلمرو سے نکال دیا تھا۔[42] تفصیل فقیر کے " تذکرہ عطائے اہلسنّت در ذکر شاہ عبدالعزیز" میں دیکھیے۔

---

[39])(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، 1/87، ناشر: مرکنٹائل پریس، لاہور، سن اشاعت: 1944ء)

[40])(قصص الاکابر، حکایات شاہ ولی اللہ، 1/14، ناشر: مکتبہ اشرفیہ، ممبئی، سن اشاعت: 1967ء)

[41])(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، ج1، ص43 الی 44، ناشر: مرکنٹائل پریس، لاہور، سن اشاعت: 1944ء)

[42])شاہ ولی اللہ او ان کی سیاسی تحریک، ص ۴۲

اِسی بناء پر حضراتِ عُلماء و مشائخِ اہلسنّت نے کھل کر تردیدی باتیں نہیں لکھیں۔ اور نہ ہی کوئی ایسا موقعہ شاہ صاحب کی تصانیف سے ملتا۔ البتہ سیاست کے گورَکھ دَھندوں(کالا بازاری) سے شاہ صاحب وہابی تحریک کے لوگوں کی طرفداری ضرور کرتے جس پر وہ اپنے مسلک کے خلاف مصلحتاً کچھ کر جاتے کچھ سن کر خاموش ہو جاتے۔ اِسی لیئے اعلیحضرت قُدّس سِرّہ العزیز کے خلیفہ نے شاہ صاحب کے لئے یوں فیصلہ فرمایا: "شاہ ولی اللہ صاحب مَست بادھا اَلَست (جذبۂ عشقِ ازلی سے سرشار) تھے کہ ہر طرح کی کہا کرتے تھے [43] ورنہ نہ وہ وہابی تھے اور نہ ہی غیر مقلد بلکہ پکّے حنفی اور اہلسنّت کے مَراسم کے پابند اور سخت پابند تھے۔ صرف کمی وہی تھی جو عرض کی ہے۔ اِنہی وُجوہ پر شاہ صاحب کے مُعاصرین اور پھر بعد کے بعض علماء شاہ صاحب کو وہابی ہونے کا الزام لگا دیتے۔ چنانچہ مولانا عبد العلیم صاحب لکھنوی مرحوم نے شاہ صاحب کی تصنیف "تفھیمات" سے شُبہ کیا اور پھر اُس پر مُستقل ایک کتاب لکھی جس پر حیدر آباد دکن میں ناظم عدالت دیوانی عہدہ پر فائز المَرام(مراد یافتہ) ہونے پر شاہ صاحب کے ایک مُؤیّد و مُصدّق پر گرفت کی لیکن اُس نے سَیف اللہ المَسلول حضرت علامہ فضل رسول رحمۃ اللہ علیہ کا سہارا لیا اور مولانا عبد الحلیم لکھنوی کے ساتھ تحریری مناظرہ بھی ہوا جس کے حکم(منصف) عُلمائے حَرمین شریفین ہوئے۔ اور معاملہ صاف ہوا۔ اور وہ مناظرہ واقعہ کتابی شکل میں بنام، "اثبات الاخبار في اعجاز الابرار" مطبع نظامی واقع کانپور باہتمام محمد عبد الرحمن ۱۲۸۳ھ میں مَطبوع ہوا۔ اُس کے جامع شاہ ولی اللہ صاحب کے ایک مُؤیّد و مُصدّق مولانا احمد علی مصطفی آبادی عُرف رامپوری ہیں۔ اُس کی مختصر داستان یوں ہے کہ مولانا عبد الحلیم لکھنوی ناظم عدالت دیوانی۔ آپ پر وہابیّت کا الزام لگایا۔ جبکہ وہ حیدر آباد میں مدرّس مقرّر ہوئے۔ اُس کے بعد سر رشتہ دار مجلس مراقعہ صدر مقرّر ہوئے۔ اتفاقاً محی الدولہ صدر الصدور نے معجزہ شَقّ القَمر کی بابت مولانا احمد علی سے اِستفسار(دریافت) کیا اور کتاب "تفھیمات" مُؤلفہ شاہ ولی اللہ مُحدّث دہلوی پیش کی اور فرمایا کہ اِس کتاب کی عبارت سے بعض عُلماء کہتے ہیں کہ مؤلف نے اخبار "معجزہ شق القمر" کا انکار کیا ہے۔ اور اِستفتاء بھی اِس بابت لکھا مولانا احمد علی صاحب نے فرمایا کہ عبارتِ تفہیمات سے معجزہ نبوی ثابت ہوتا ہے۔ اِسی لیئے میں اِستفتاء پر مہر و دستخط نہیں کرتا۔ اِس انکار کیوجہ سے اُن پر وہابیّت کا الزام لگا کر مدرسّی سے مَعزول(برطرف) کر دیا کہ مولانا احمد علی صاحب نے پوچھا کہ مولوی عبد الحلیم صاحب نے ہدایہ (فقہ حنفیہ) ۱۲۸۱ھ میں چھپوایا۔ اور اُس کے آخر میں رسالہ "نظم الدار في سلك شق القمر" ضَم(شامل) کر دیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم کے کلام کا ردّ بھی لکھا ہے اور اُن کے قول کو خلافِ اہلسنّت قرار دیا ہے اور شاہ صاحب کے حق میں گستاخانہ کلمات لکھے ہیں اُس کے بعد مولانا احمد علی صاحب نے رسالہ "نثر الدور" مولانا عبد الحلیم صاحب کے رسالہ "سلک الدر" کے ردّ میں لکھا اور "تفھیمات" کی عبارت کی بخوبی شرح کی، جس سے واضح فرمایا کہ اِس عبارت سے الٹا معجزہ شق القمر کا اِثبات ہوتا ہے نہ کہ انکار اُس کے خاتمہ میں علمائے حَرمین شریفین اور علمائے ہندوستان کے ایک سو پچاس(۱۵۰) کے قریب نے مُہریں و دستخط کر دیئے۔ اور اپنی بَراءت(پاکیزگی) دہلی، لکھنو، رامپور کے معتبر عُلماءِ کرام مثلاً مولانا محمد زمان خان صاحب شاہ جہانپور، مولانا مؤید الدین دہلوی اور مولانا بدر الدین خان صاحب، ملازم سرکار وغیرہم سے بیان کرائی اور دوسرے رسالے میں ثابت کیا کہ مولانا عبد الحلیم صاحب کو نہ "تفھیمات" کی عبارت سمجھ نہیں آئی۔ اُن دِنوں سیف اللہ المسلول حضرت مولانا فضل رسول رحمہ اللہ علیہ بدایونی کا قیام حیدر آباد میں تھا۔

آپ کی حُسنِ تدبیر سے "تفھیمات" عبارت سے شق القمر کے معجزہ کے انکار کا اِتّہام(الزام) اور مولانا احمد علی صاحب سے وہابیّت کا الزام دَفع(دور) ہوا۔ اور ثابت کیا گیا کہ مولانا احمد علی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید پر قائم ہیں۔ [44]

---

[43] حیاتِ اعلیحضرت (بریلوی)، ج ۱ ص ۷۸

[44] جامع الفتاوی، ص ۶۴۔ ۶۵، ج ۳

مولوی حسن زمان مریدان حضرت مولانا محب النبی مولانا فخر الدین دہلوی نے بعض مقاماتِ تفہیماتِ الٰہیہ اور حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ پر اعتراض کر کے اُس کا اِستفتاء قرار دیا۔ اور خود ہی اُس کا جواب لکھا۔ آخر میں یوں لکھا:

این اقوال مردود و مسطرود ناشی ازغایت غوریت اند پس قائل کرن متبدع ازاصحاب اہوائے باطلہ و ارباب آرائے حاملہ مصداق " اضلہ اللہ علی علم "و معتقد فضل او بر جہالت و پر ضلالت باشد کہ"[45]

مولوی صاحب موصوف خاندانِ شاہ ولی اللہ کے مُستفیدین (نفع پانے والوں) میں سے بھی تھے۔ مولوی محمد زمان صاحب اِس تحریر کے جواب میں یوں لکھا کہ مُجیب (جواب دینے والے) کی تحریر ہے کہ "**معتقد فضل او بر جہالت و پر ضلالت باشد** "اور مولانا فخر الدین صاحب دہلوی جو اُن کے پیرانِ کبار سے ہیں وہ تو " مولانا بالفضل مولانا حضرت شاہ ولی اللہ کے فضل و کمال کے بڑے مُعتَقِد و مُقِر ہیں ۔ چنانچہ اپنی کتاب "**فخر الحسن**" میں لکھتے ہیں:

(صاحب المقامات العلیہ والکرامات الجلیہ الشیخ ولی اللہ المُحدِّث سلمہ اللہ تعالیٰ)

مقامات و کرامات کا اقرار تو صاف اعتقاد و فضل پر دلالت کرتا ہے اور مولوی فخر الدین صاحب علیہ الرحمہ بڑے عالم و صوفی تھے۔ صوفی کی تحریر اعتقاد کے خلاف نہیں ہوتی یہ کیا بات ہے کہ پیر تو حضرت کے فضل و کمال کے مُعتَقِد ہوں اور مرید کہے کہ "**معتقد فضل او بر جہالت و پر ضلالت باشد** ۔"[46]

گزشتہ مضمون کو پڑھنے کے بعد اب معاملہ بالکل واضح ہو گیا کہ حضرت شاہ ولی اللہ مُحدِّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مسلک مشائخ مذہب سے سَر مُو تفاوُت (ایک ذرہ بھی) نہیں ہٹے صرف اتنا لچک ہوئی کہ تحریکِ وہابیّت کے پَرَستاروں (عقیدت مندوں) کو گود میں بھٹلانے سے گریز نہ فرماتے۔ اور وہ صرف اپنی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے، انہی وُجوہ کو دیکھ کر مُعاصرین کو شُبہ ہو جاتا اور کبھی فتویٰ بازی بھی ہو جاتی اور اعتراضات بھی ہو جاتے لیکن کیا پتہ تھا کہ آپ کی اِس رَوِش سے وہابیوں کو غلط پروپیگنڈہ (Propaganda) کو موقعہ مل جائے گا۔ چنانچہ بعد کو وہابی تحریک مستقل طور خطۂ ہند میں جھنڈا لہراتی ہوئی آئی ۔ جس کے سربراہ شاہ ولی اللہ صاحب کے گھر سے ہی میاں اسماعیل دہلوی بنے اور پورے زوروں پر ہند و پاکستان کو گھیر لیا۔ جس کی مُفَصّل (تفصیلی) داستان فقیر نے "**التحقیق الجلیل** "میں عرض کر دی ہے۔

اِس پر یزید وہابیوں کو موقعہ مل گیا۔ اور اُنہوں نے شاہ ولی اللہ صاحب کو بھی وہابی ثابت کرنے کی خام (ناقص) کوشش کی۔ اُس کی تصانیف میں اپنے عقائد و مسائل ملائے۔ اور پھر مستقل طور اُن کے نام "**تحفہ الموحدین** "اور " **البلاغ المبین**" دو کتابیں شائع کر دیں جو ہر گز ہر گز اُن کی تصانیف میں سے نہیں چنانچہ تفصیل آتی ہے قبل اِس کے میں اُس کی تفصیل عرض کروں شاہ صاحب کی تصانیف ملاحظہ ہوں:۔

تفسیر

قرآن:(۱)فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن(۲)فوز الکبیر(۳)فتح الخیر(۴)مقدم در فن ترجمہ قرآن(۵)تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء۔

---

[45])القول المستحسن شرح فخر الحسن، ص ۹۹، مطبوعہ دہلی ۱۲۶۷ء

[46])(مقالات طریقت، مقالہ اول، ج 1، ص 218 الی 219، مقالہ ششم، در حالات خلفاء، مطبوعہ ملت پبلی کیشنز، طبع ثانی: 2017ء)

حدیث:(۶)مسوی(شرح موطا) عربی(۷) مصفی(شرح مؤطا) فارسی (۸) اربعون حدیثاً مسلسلةً بالاشراف فی غالب سندہا (۹) الدر الثمین في مبشرات النبی الامین (۱۰) النوادر مِن احادیث سید الاوائل والاواخر د(۱۱) الفضل المبین في المسلسل من حدیث البنی الامین (۱۳)، الارشادالی مہمات علم الاسناد (۱۳) تراجم البخاری (۱۴) شرح تراجم بعض ابواب البخاری (۱۵)انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ و اسانید وارثی رسول اللہ۔

فقہ وکلام وعقائد:(۱۶) حجة الله البالغه (۱۷) البدور البازغه (۱۸) انصاف في بیان سبب الاختلاف (۱۹)، عقد الجید في احکام الاجتہاد والتقلید (۲۰) السر المکتوم في اسباب تدوین العُلوم (۲۱) قرة العینین في تفضیل الشیخین (۲۲) المقالة الوقیة في النصح والوصیه (وصیت نامہ) (۲۳) حسن العقیدہ (۲۴) المقدمة السنیة (۲۵) فتح الودودفی معرفته الجنود (۲۶) مسلسلات (۲۷)رسالہ عقائد بصورت وصیّت نامہ (فارسی) جس کا منظوم اردو ترجمہ سعادت یار خان رنگین نے کیا ہے۔

تصوف وغیرہ:(۲۸)التفہیمات الهیه (۲۹) فیوض الحرمین (۳۰) القول الجمیل (۳۱) سمعات (۳۲) سطحات (۳۳) لمحات (۳۴) الطاف القدس (۳۵) ہوا مع شرح حزب البحر (۳۶) الخیر الکثیر (۳۷)شفاء القُلوب (۳۸) کشف العین في شرح الرباعیتین (۳۹) زہرادین (۴۰)، فیصله وحدت الوجود والشہود(مکتوب مدنی)۔

سیروسوانح:(۴۱) سرور المحزون (۴۲) ازالة الخفاء من خلافة الخلفاء (۴۳۔۴۹) انفاس العارفین[47] (۱)بوارق الولایت (۲)شوارق المعرفت، (۳) امداد فی مآثر الاجداد ،(۴) بنذة الابریز یه في اللطیفة العزیزیزیه (۵) العطیته الصمدیه في الانفاس المحمدیة (۶) انسان العین في مشائخ الحرمین ، به جزء اللطیف في ترجمة العبد الضعیف۔

مکتوبات:(۵۰)مکتوبات معه مناقب ابی عبداللہ(۵۱)مکتوب المعارف معه ضمیمه مکتوب ثلاثه(۵۲)مکتوبات فارسی مشمولہ کلمات طیبات(۵۳)مکتوبات عربی(مشمول حیات ولی)(۵۴)مکتوبات(پدر شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، مُرتبہ خلیق احمد نظامی)۔

نظم:(۵۵)الطیب النغم في مدح سید العرب والعجم، یہ بائیہ قصیدہ ہے اِس کے ساتھ تین اور قصیدے: ہمزیہ، تائیہ اور لامیہ بھی شامل ہیں۔[48](۵۶)دیوان اشعار عربی، جس کو شاہ عبدالعزیز نے جمع کیا اور شاہ رفیع الدین نے مرتب کیا ہے۔

صرف:(۵۷) نظم صرف میر (فارسی)

متفرق:(۵۸)رسالہ دانشمندی

شاہ ولی اللہ صاحب کی تصانیف کی ایک مکمل فہرست ہم نے پیش کی ہے اُن میں سے بیشتر کتابیں طبع ہو چکی ہیں اور اُن کی زیارت کا ہمیں شرف حاصل ہوا ہے شاہ صاحب کی تصانیف سب سے پہلے مولوی عبداللہ بن بہادر علی حسینی نے کلکتہ سے طبع وشائع کیں۔۔[49]

شاہ ولی اللہ دہلوی سے منسوب بعض ایسے رسالے بھی ملتے ہیں جو شاہ صاحب کی تصنیف نہیں ہیں۔ اور لوگوں نے شاہ صاحب سے منسوب کر کے چھاپ دیئے ہیں یا شاہ صاحب کی تصنیف بتاتے ہیں۔ اِس سلسلہ میں سب سے پہلا نام مرزا علی لطف مؤلف "تذکرہ گلشن ہند" کا ہے یہ تذکرہ ۱۸۰۱ء میں

---

[47])انفاس العارفین میں سات مختلف رسالے شامل ہیں۔

[48])(حدائق الحنفیہ، باروی صدی کے فقہاء وعلماء کے حالات، شاہ ولی اللہ، 1/467، مطبوعہ حسن سہیل لمیٹڈ، طبع سوئم، 1906ء/1324ھ)

[49])(ماہنامہ الرحیم، محرم الحرام 1384ھ/جون 1964ء، ج2، ص15 الی 17، شاہ ولی اللہ کی طرف منسوب تصانیف، مطبوعہ شعبہ نشر اشاعت شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدر آباد)

تالیف ہوا ہے۔[50] مرزا علی لطف نے ولی اللہ سرہندی المُتَخَلَّص بہ اشتیاق کو حضرت شاہ ولی اللہ مُحدِّث دہلوی سمجھ کر اُن کی ہجو (برائی) کی ہے اور اُن سے دو کتابیں منسوب کی ہیں وہ لکھتا ہے:

فی الحقیقت مرتبہ علم کا اُس عالی جناب (شاہ ولی اللہ مُحدِّث دہلوی) کے نہایت بلند تھا۔ خصوصاً علمِ حدیث اور تفسیر میں بہت بڑی دستِ گاہ (مہارت) رکھتے تھے یہاں تک کہ اسمِ گرمی اُس برگُزیدہ روزگار کا زبانِ خلائق پر آج کے دن تک شاہ ولی اللہ مُحدِّث دہلوی کر کے جاری ہے۔ اکثر کتابیں تصنیف اُس بحرِ علم کی مشہور ہیں چنانچہ وہ نسخے کہ ایک کا نام "قرة العين في ابطال شهادة الحسين" ہے اور دوسرے کا نام "جنت العالیه فی مناقب المعاویه" کہتے ہی تصنیفات سے اُس محی الدین کی یادگار صفحۂ روزگار پر ہیں، والد ماجد ہیں یہ اُس رونق بخش کِشور قناعت کے کہ جس کا نام نامی مولوی عبد العزیز ہے۔ آج کے دن تک توقدمِ تَوَکُّل گاڑے ہوئے شاہجہاں آباد میں ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔[51]

شبلی نعمانی اِس تحریر کا رد کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں: "دونوں نام غلط ہیں پہلی کتاب تفضیلِ شیخین[52] میں ہے شہادت امام حسین علیہ السلام کے اِبطال سے خدانخواستہ اُس کا تعلق نہیں اور دوسری کتاب تو بالکل فرضی ہے معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں اُن کی کوئی کتاب نہیں۔"[53]

بابائے اردو مولوی عبد الحق نے بھی اِسی نقطہ نظر کو قبول کیا ہے مقدّمہ میں لکھتے ہیں: صاحبِ تذکرہ مرزا علی لطف نے بعض مقالات پر دے ہی پردے میں خوب چوٹیں کی ہیں جن میں تعصّب کی جھلک نظر آتی ہے مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب کی نسبت لکھا ہے کہ "قرة العين فی ابطال شهادة الحسين" اور جنت العالية في مناقب المعاوية" اُن کی تصانیف سے ہیں حالانکہ اِن مَباحث میں اُن کی کوئی کتاب نہیں ہے نہ شہادتِ حسین کا اِبطال کیا ہے اور نہ مناقبِ معاویہ میں کوئی کتاب لکھی ہے۔ محض اتہام ہے اُس کے بعد یہ کہہ کر کہ یہ والد ہیں شاہ عبد العزیز کے خوب ہجو ملیح (مزاحیہ تنقید) کی ہے[54]۔ "اسحاق دہلوی صاحب ۱۲۶۲ھ، ۶۔۱۸۴۵ء (۱۲۵۷ھ) (۱۸۴۱) میں حجاز کو ہجرت کر گئے تو وہی میں تقلید وعدم تقلید کے مَباحث نے خوب اور کپڑا - مقلدین و غیر مقلدین کے درمیان مناظرے ہوئے اور اُن مباحث پر طرفین سے رسالے اور کتابیں لکھی گئیں[55] نے اُسی زمانے میں بعض جعلی کتابیں بھی وُجود میں آئیں[56] حضرت قاری عبد الرحمن مُحدِّث پانی پتی ۱۳۱۴ھ، ۱۸۹۶ء اپنی ایک تالیف "کشف الحجاب" میں لکھتے ہیں:

"اور ایسا ہی ایک اور جعل (غیر مقلدین) کرتے ہیں کہ سوال کسی مسئلہ کا بنا کر اور اُس کا جواب مُوافق اپنے مطلب کے لکھ کر علمائے سابقین کے نام سے چھپواتے ہیں، چنانچہ بعض مسئلے مولانا شاہ عبد العزیز کے نام سے اور بعض مسئلے مولوی حیدر علی کے نام سے علیٰ ھٰذا القیاس چھپوائے ہیں۔"[57]

---

[50] (ماہنامہ الرحیم، محرم الحرام 1384ھ / جون 1964ء، 2/18، شاہ ولی اللہ کی طرف منسوب تصانیف، مطبوعہ شعبہ نشر اشاعت شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدر آباد)

[51] (گلشن ہند از مرزا لطف وحاشیہ شبلی، حرف الالف، تخلص اشتیاق، شاہ ولی اللہ، ج 1، ص 33 الی 34،، مطبوعہ دار الاشاعت پنجاب لاہور، سن اشاعت 1906ء)

[52] کتاب کا نام "قرۃ العین فی تفضیل الشیخین" ہے۔ اس کتاب کا فقیر اویسی غفرلہ نے مطالعہ کیا ہے، اور فقیر کے کتب خانے میں موجود ہے۔

[53] (گلشن ہند از مرزا لطف، حرف الالف، تخلص اشتیاق، شاہ ولی اللہ، 1/3434،، مطبوعہ دار الاشاعت پنجاب لاہور، سن اشاعت 1906ء)

[54] (گلشن ہند از مرزا لطف ومقدمہ از عبد الحق، حرف الالف، تخلص اشتیاق، شاہ ولی اللہ، 1/21،، مطبوعہ دار الاشاعت پنجاب لاہور، سن اشاعت 1906ء)

[55] تفصیل کے لیے دیکھیے تنبیہ الغافلین وہدایت الصالحین (مجموعہ فتوی علمائے حجاز وحرمین شریف در جواز تقلید) مطبع سید الاخبار دہلی، ۱۲۶۲ھ، ۱۸۲۵ء۔

[56] (ماہنامہ الرحیم، محرم الحرام 1384ھ / جون 1964ء، 2/19، شاہ ولی اللہ کی طرف منسوب تصانیف، مطبوعہ شعبہ نشر اشاعت شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدر آباد)

[57] (کشف الحجاب از قاری عبد الرحمن مُحدِّث پانی پتی، 1/9، مطبوعہ مطبع بہار کشمیر لکھنؤ)

شاہ ولی اللہ دہلوی کے خاندان کے ایک فرد اور اُن کی تصنیفات کے مشہور ناشر ظہیر الدین سیّد احمد واللھي بنیہ شاہ رفیع الدین دہلوی جنہوں نے شاہ صاحب کی تصانیف کی بڑی تعداد وطبع وشائع کر کے وقفِ عام کی ہے اُنہوں نے سب سے پہلے اُس کی طرف توجہ دلائی[58] چنانچہ وہ شاہ صاحب کی ایک کتاب "تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء" کے آخر میں لکھتے ہیں:

"بعد حمد و صلواۃ کے بندہ محمد ظہیر الدین عُرف سیّد احمد اوّل گزارش کرتا ہے۔ ہیچ خدمت شائقین تصانیف حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب و مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی رحمہ اللہ علیہ وغیرہ کہ آج کل بعض لوگوں نے بعض تصانیف کو اُس خاندان کی طرف منسوب کر دیا ہے اور در حقیقت وہ تصانیف اُس خاندان میں سے کسی کی نہیں اور بعض لوگوں نے جو اُن کی تصانیف میں اپنے عقیدہ کے خلاف بات پائی تو اُس پر حاشیہ جڑا اور موقعہ پایا تو عبارت کو تغیُّر و تبدُّل کر دیا تو میرے اِس کہنے سے یہ عرض ہے کہ جواب تصانیف اُن کی چھپیں اچھی طرح اطمینان کر لیا جائے۔ جیب خریدنی چاہیں۔"[59]

تمہید نمبر ۲

ظہیر الدین صاحب اِس سلسلہ میں مزید وضاحت شاہ صاحب کی ایک دوسری تصنیف "انفاس العارفین" کے آخر میں "التماس ضروری" کے عُنوان سے کرتے ہیں اور اُس میں حنبلی کتابوں کے نام اور ناشرین کی بھی نشاندہی کرتے ہیں:

"دوسری التماس آپ کے ملاحظہ فرمانے کے لائق یہ بھی ہے کہ فی زمانہ "الدنیا زورٌ لا یحصلھا بالزور" کو بعض حضرات نے کمر باندھی ہے اور دنیا کمانے کے واسطے حضرت موصوفین (شاہ ولی اللہ اور اُن کے خلاف) کی طرف اکثر کتابیں منسوب کر کے چھاپ دی ہیں۔ جو کسی طرح اُن حضرات کی تصنیف میں سے نہیں ہیں۔ اور ارباب بصیرت اُن کو پڑھ کر اُن کے عیب اور مَفاسِد (خرابیوں) کو اُسی طرح جان لیتے ہیں جس طرح ایک تجربہ کار نقّاد (پرکھنے والا) کھرے کھوٹے کو کسوٹی (پیمانہ) پر لگا کر پہچان لیتا ہے۔ مگر چونکہ بفحوائے العوام کالانعام (بے شعور لوگ) بیچارے اُردو پڑھنے والے علم سے بے بہرہ (بے خبر) لوگ اکثر اُن جعلی اور مَصنوعی رسائل کو پڑھ کر ضَلالت و گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اِس واسطے میرا فرض ہے کہ میں اُن رسائل کے نام کاغذِ کوتاہ میں لکھ دوں اور اپنے دیندار بھائیوں کو اربابِ زمانہ کی گندم نُمائی (ظاہری بناوٹ) سے اور جَو فروشی (دھوکے بازی) سے آگاہ کروں آگے اُس پر عمل کرنا اُن کا فعل ہے۔

منت آنچہ حق بود گفتم تمام تو داتی و گر بعد ازیں والسلام

اور وہ جعلی و مَصنوعی رسائل یہ ہیں:

---

[58] (ماہنامہ الرحیم، محرم الحرام 1384ھ / جون 1964ء، 19/2، شاہ ولی اللہ کی طرف منسوب تصانیف، مطبوعہ شعبہ نشر اشاعت شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدر آباد)

[59] (تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء از شاہ ولی اللہ دہلوی، 1/87، مطبوعہ مطبع احمدی، دہلی)

(۱)تحفة الموحدین	مطبوعہ اکمل المطابع دہلی	منسوب بر طرف حضرت شاہ ولی صاحب
(۲)بلاغ المبین	مطبوعہ لاہور	منسوب بر طرف حضرت شاہ ولی صاحب
(۳)تفسیر موضح القرآن	مطبوعہ مطبع خادم الاسلام دہلی	منسوب بر طرف شاہ عبد القادر محروم
(۴)ملفوظات[60]	مطبوعہ میرٹھ	منسوب بر طرف حضرت مولانا شاہ عبد العزیز المشتہر سید ظہیر الدین احمد مالک مطبع احمدی در کان اسلامیہ دہلی[61]

فائدہ: شاہ عبد القادر نے قرآن کریم کا اُردو ترجمہ ۱۲۰۵ھ میں مکمل کیا۔ اُس پُر مختصر تفسیری حاشئے میں اُس ترجمہ کا تاریخی نام "موضح قرآن" ہے۔ "موضح القرآن" نہیں ہے تفسیر مولانا شاہ عبد القادر المعروف بموضح القرآن کے نام سے ایک تفسیر ابو محمد ثابت علی اعظم گڑھی اور غلام حسین مونگیری نے ۱۳۰۷ھ۔۸ مطبع خادم الاسلام دہلی سے طبع کرا کے شائع کی، یہ کتاب سات (۷) جلدوں میں طبع ہوئی ہے اسی دوسری جلد پر میاں نذیر حسین غیر مقلد کے داماد مولوی سیّد شاہجہان کی تقریظ ہے۔ اور آخرِ کتاب میں اِشتہار ہے کہ شہر ماں دہلی پھاٹک حبش خان مدرسہ مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب سے طلب فرمائیں اِس تفسیر کی طرف سیّد ظہیر الدین نے اشارہ کیا ہے[62]۔ مزید تحقیق فقیر کتاب "تذکرہ علمائے اہلسنّت" میں ذکرِ خیر شاہ عبد القادر دہلوی میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایک مُحقّق عالم مولانا وکیل احمد سکندر پوری "بلاغ المبین" کے متعلق اپنی تصنیف "وسیلہ جلیلہ" میں لکھتے ہیں: [63] یہ کتاب (البلاغ المبین) کسی وہابی کی تصنیف ہے جسے کافی لیاقت زنقی مگر اعتبار و اِستناد (دلیل) کیلئے مولانا شاہ ولی اللہ کی طرف منسوب کی گئی اُس کا اِنتساب ایسا ہی ہے جیسے "دیوانِ مخفی" کا زیب النساء کی طرف یا "دیوانِ محی" کا حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی کی طرف یا معین الدین ہروی کا حضرت معین الدین چشتی کی طرف "تحفة الموحدین" سب سے پہلے اَکمل المَطابع دہلی میں طبع ہوا۔ پھر قیامِ پاکستان کے بعد مرکزی جمعیّت اَہلِ حدیث مغربی پاکستان کے اِعادہ اِشاعۃ السنّہ نے رجب ۱۳۷۳ھ میں اُسے دوبارہ شائع کیا اُس رسالہ کے شروع میں ادارہ کے ناظم محمد اسحٰق صاحب نے "سخن گفتنی" کے عُنوان سے مندرجہ ذیل عبارت لکھی ہے:[64]

"حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ مُحدّث دہلوی کا توحید کے مسئلہ پر ایک مختصر لیکن جامع رسالہ "تحفة الموحین" نصف صدی کے قریب کا عرصہ ہوا افضل المطابع دہلی سے شائع ہوا تھا، رسالہ فارسی میں ہے اُس کا ترجمہ حضرت شاہ صاحب موصوف کے ایک سوانح نگار مولانا حافظ محمد رحیم بخش دہلوی نے کیا۔ طبعِ ثانی کی اِشاعت ہمارے پیشِ نظر ہے۔ اِس میں "تحفة الموحدین" کے سرِورق پر مصنفّہ یا مؤلّفہ شاہ ولی اللہ تحریر نہیں ہے۔ بلکہ از اِفاداتِ شاہ ولی اللہ دہلوی لکھا ہوا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ناشر اِس سلسلے میں خود مُتردّد تھا لہذا اُس نے اِس رسالہ کا اعتبار قائم کرنے کیلئے اِس کا

---

[60] ملفوظات شاہ عبد العزیز (فارسی) کا پہلا ایڈیشن مطبع مجتبائی میرٹھ سے ۱۳۱۴ ہجری بمطابق ۱۸۹۶ عیسوی میں شائع ہوا۔ مطبع ہاشمی میرٹھ سے ۱۳۱۵ ہجری بمطابق ۱۸۹۷ عیسوی میں ان ملفوظات عزیزی کا اردو ترجمہ سب سے پہلے شائع ہوا، ترجمہ کے فرائض عظمت بن محمد ہاشم نے انجام دیئے تھے۔ ۱۹۶۰ میں ملفوظات شاہ عبد العزیز کا اردو ترجمہ پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز کراچی نے شائع کیا، اس کے ناشر مولوی محمد علی لطفی اور مفتی انتظام اللہ شہابی ہیں، پیش لفظ ڈاکٹر معین الحق صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔

[61] (انفاس العارفین از شاہ ولی اللہ دہلوی، 1/200، مطبوعہ مطبع احمدی، دہلی، سن اشاعت 1897ء)

[62] (ماہنامہ الرحیم مع حاشیہ، محرم الحرام 1384ھ/جون 1964ء، 2/21، شاہ ولی اللہ کی طرف منسوب تصانیف، مطبوعہ شعبہ نشر اشاعت شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدر آباد)

[63] وسیلہ جلیلہ از مولانا وکیل احمد سنکندر پوری، ص 23، مطبع یوسفی لکھنؤ، سالِ طباعت ندارد۔

[64] "تحفۃ الموحدین" ص 50، شائع کردہ اعادہ اشاعت السنہ، مرکزی جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان ۱۳۷۳ھ

مُترجم "حیات ولی" کے مولّف مولانا رحیم بخش دہلوی کو بتایا ہے، حالانکہ "حیات ولی" میں مولانا رحیم بخش دہلوی نے شاہ ولی اللہ کا جو فہرستِ تصانیف درج کی ہے اُس میں کہیں "تحفة الموحدین" یا "بلاغ المبین" کا ذکر نہیں ہے۔[65]

" تحفة الموحدین" کے آغاز میں مصنّف کا نام ولی اللہ دہلوی تحریر ہے شاہ صاحب کی تصانیف کی ایک بڑی تعداد کی زیارت کا ہمیں شرف حاصل ہے۔ اُن میں کہیں صرف ادارہ کے نام کے ساتھ "دہلوی" کی نسبت تحریر نہیں ہے۔ وہ ہر جگہ "فقیر ولی اللہ یا ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم "لکھتے ہیں۔[66]

"البلاغ المبین" بھی سب سے پہلے مطبع محمدی لاہور سے ۱۳۰۷ھ میں طبع و شائع ہوئی طابع ناشر نے کہیں اِس بات کا ذکر نہیں کیا کہ اِس کو اِس کتاب کا قلمی نسخہ کہاں سے دستیاب ہوا؟ حالانکہ ایک اور غیر مقلد مولوی فقیر اللہ اِس کے طابع و ناشر ہیں اور پھر لُطف کی بات یہ ہے کہ " البلاغ المبین" میں کہیں مصنّف کی حیثیت سے شاہ ولی اللہ کا نام نہیں ہے، شاہ صاحب کی ہر تصنیف کے آغاز میں شاہ صاحب کا نام موجود ہوتا ہے۔ مگر " البلاغ المبین" میں ایسا نہیں ہے۔

اِن دونوں کتابوں کی زبان، طرزِ بیان اور طریقۂ اِستدلال شاہ ولی اللہ دہلوی سے بالکل مختلف ہے۔

اکثر غیر مُستند اور وَضعی (من گھڑت) حدیثوں سے اِستدلال کیا گیا ہے۔[67]

اُن میں صُوفیاء کے اَقوال اور اُن کے ملفوظات کے حوالے ملتے ہیں۔ (صاحبِ مجالس الابرار رشیخ احمد رومی)

شیخ عبد الحق دہلوی اور اِبنِ تیمیہ کے حوالہ جات کی کثرت ہے، بلکہ ایسا ہوتا ہے کہ خاص طور سے اِبنِ تیمیہ کا پروپیگنڈہ (Propaganda) مقصود ہے ہے۔[68] چنانچہ اُن کا نام اِس طرح لکھا گیا ہے: [69]

"علامہ ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام مفتیٔ مُلکِ شام"[70] ملک کے مشہور غیر مقلد مُحقّق مؤرّخ مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

"البلاغ المبین "تو یقیناً شاہ ولی اللہ کی کتاب نہیں ، اُس کا اُسلوبِ تحریر و طریق ،ترتیبِ مطالبِ شاہ صاحب کی تمام تصانیف سے مُتفاوِت (مختلف) ہیں، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ابتدائی دور کی تصنیف ہوگی یہ مہر صاحب کا خیال ہے ورنہ ابتداءً انتہاءً ہر لحاظ سے یہ کتاب شاہ صاحب کی تصنیف نہیں۔[71]

اِن دونوں کتابوں " تحفة الموحدین" اور " بلاغ المبین" کا شاہ صاحب کی تصنیفات میں یا اُن کے صاحبزادگان کی تصنیفات میں یا اُن کے مُستفدین کی تصنیفات میں کوئی ذکر یا حوالہ نہیں ملتا، شاہ صاحب کے سوانح نگارِ اوّل مولانا رحیم بخش دہلوی مؤلفِ حیات ولی[72] کبھی اِن کتابوں کا قطعاً ذکر نہیں

---

[65])ملاحظہ ہو حیات ولی از مولانا رحیم بخش دہلوی، ص ۵۳ تا ۵۸، المکتبۃ السلفیہ لاہور، ۱۹۵۵ء

[66])(ماہنامہ الرحیم مع حاشیہ، محرم الحرام 1384ھ / جون 1964ء، ج2، ص22 الی 23، شاہ ولی اللہ کی طرف منسوب تصانیف، مطبوعہ شعبہ نشر اشاعت شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدر آباد)

[67])(البلاغ المبین مترجم از محمد علی مظفری، 1 / 50، قومی پریس، لاہور، ایڈیشن ششم، 2002ء)

[68])(ماہنامہ الرحیم مع حاشیہ، محرم الحرام 1384ھ / جون 1964ء، 2 / 23، شاہ ولی اللہ کی طرف منسوب تصانیف، مطبوعہ شعبہ نشر اشاعت شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدر آباد)

[69])ایک موقع پر حضرت شاہ ولی اللہ نے ابن تیمیہ کے اس سلسلے میں ایک خط لکھا ہے اس میں انہوں نے ان کو شیخ تقی الدین احمد ابن تیمیہ لکھا ہے ملاحظہ ہو مکتوبات مناقب ابھی عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری صفحہ نمبر 96 مطبع احمدی دلی سال طباعت ندارد۔

[70])(البلاغ المبین مترجم از محمد علی مظفری، 1 / 103، قومی پریس، لاہور، ایڈیشن ششم، 2002ء)

[71])(ماہنامہ الرحیم مع حاشیہ، محرم الحرام 1384ھ / جون 1964ء، 2 / 24، شاہ ولی اللہ کی طرف منسوب تصانیف، مطبوعہ شعبہ نشر اشاعت شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدر آباد)

[72])(حیات ولی، حصہ چہارم، شاہ ولی اللہ، 1 / 295، مطبوعہ افضل المطابع دہلی، ہند)

کرتے دوسرے تذکرہ نگار مولوی رحمان علی مؤلف "تذکرہ علمائے ہند"[73] مولوی فقیر محمد جہلمی مؤلفِ "حدائق الحنیفیة"۔[74] نواب صدیق حسن خان مؤلف "ابجد العُلوم"[75] مولوی تعلیم عبد الحق مولف "نزھة الخواطر"[76] اور محمد ابراہیم سیالکوٹی مؤلفِ "تاریخ اہل حدیث" کے یہاں بھی اِن کتابوں کا ذکر نہیں ملتا[77] اور ابو یحیٰ نوشہروی مؤلفِ "تراجم علمائے اہل حدیث" نے "تحفة الموحین" کا ذکر نہیں کیا[78] عبد الرحیم ضیا جو شاہ صاحب اور اُن کے خاندان کے حالات کا بہت بڑا واقف ہے اُس نے بھی اپنی کتاب "مقالات طریقت" میں اِن دونوں تصنیفوں کا نام نہیں لیا۔[79]

"البلاغ المبین" کا اردو ترجمہ "تبلیغِ حق" کے نام سے ۱۳۶۴ھ میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔ اُس پر مولوی غلام محمد (بی اے عثمانیہ) مؤلف "تذکرۂ سلیمان" نے سلیمان ندوی سے دریافت کیا "البلاغ المبین" کے نام سے ایک کتاب اَہلِ حدیث حضرات کی طرف سے شائع ہوئی ہے اور اُسی کو مصنفّہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی بتایا گیا ہے، کیا یہ کتاب واقعتاً شاہ صاحب کی ہے اور اگر تو اُس میں بعض مسائل ایسے ملے ہیں جن میں شدّت حدِّ اِعتدال سے زائد ہے۔

مولوی غلام محمد صاحب قوسَین (Brackets) میں اُس کا جواب اِس طرح لکھا ہے:

بعد میں تحقیق سے پتہ چلا اور خود حضرت والا و مولانا سلمان ندوی نے بھی تصدیق فرمائی کہ یہ شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیف ہے ہی نہیں، بلکہ کسی نے لکھ کر اُن کی طرف منسوب کر دی ہے تا کہ شاہ صاحب کو ماننے والے اُن عقائد کو مان لیں۔"[80]

شاہ ولی اللہ دہلوی سے منسوب ایک رسالے کی نشاندہی محمد علی کاندھلوی خواہر زادہ محمد ادریس کاندھلوی نے بھی کی ہے وہ لکھتے ہیں:

"میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب میں سنتا ہوں کہ لوگ غیر مُقلدیّت کو پروان چڑھانے کیلئے حضرت شاہ صاحب کی کتابوں سے اَدھوری اور تراشیدہ (گھڑا ہوئی) عبارتیں نقل کر کے بیچارے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں ،یہیں نہیں بلکہ قولِ سعید کے نام پر ایک مَن گھڑت کتاب کو شاہ صاحب سے منسوب کرتے ہیں۔"

اِس سلسلہ میں ایک اور رسالہ کا ذکر بھی ضروری ہے جس کا نام "اشارۂ مستمرہ" ہے اِس کو شاہ صاحب کی تصنیف بتایا گیا ہے، اِس رسالہ کو اُردو ترجمہ کے ساتھ فضل الرحمان مدرّس جامعہ ملّیہ اسلامیہ نے ۱۳۵۵ھ، ۱۹۳۶ء میں مکتبہ عربیہ، قرول باغ دہلی سے شائع کیا گیا ہے۔ مُترجِم نے آخر میں لکھا کہ اِس کا مخطوطہ ٹونک کے کُتب خانہ سے حاصل ہوا تھا جو ۱۲۸۱ھ، ۵۔۱۸۶۴ء کا مکتوب تھا۔

---

[3] (تذکرہ علمائے ہند، 1/543، حرف الواو، شاہ ولی اللہ، مطبوعہ مشہور آفسیٹ پریس، کراچی، سن اشاعت: 1961ء)

[74] (حدائق الحنفیہ، باروی صدی کے فقہاء وعلماء کے حالات، شاہ ولی اللہ، 1/467، مطبوعہ حسن سہیل لمیٹڈ، طبع سوئم، 1906ء/1324ھ)

[75] ابجد العلوم از نواب صدیق حسن خان، ص ۹۱۳ تا ۹۱۴ (مطبع صدیقی بھوپال ۱۲۹۶ھ

[76] نزہۃ الخواطر جلد ششم از مولوی حکیم عبد الحیی ص نمبر ۳۹۰۔۴۱۵، دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۹۵۷ء

[77] (تاریخ اہل حدیث از ابراہیم سیالکوٹی، شاہ ولی اللہ، ج 1، ص 457 الی 463، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

[78] (ترجمہ علما حدیث ہند، حصہ 1، ص 42 الی 46، شاہ ولی اللہ، فہرست تصانیف، ناشر: جید برقی پریس، دہلی، سن اشاعت: 1938ء)

[79] (ماہنامہ الرحیم مع حاشیہ، محرم الحرام 1384ھ/جون 1964ء، 2/24، شاہ ولی اللہ کی طرف منسوب تصانیف، مطبوعہ شعبہ نشر اشاعت شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدر آباد)

[80] (تذکرہ سلیماندوی از غلام رسول، 1/469، باب نہم، مطبوعہ مجلس علمی کراچی، سن اشاعت 1960ء)

شاہ صاحب کی فہرستِ تصانیف میں دو رسالے (۱)"رسالہ اوائل" اور (۲)" فیما یجب حفظہ للناظر " بھی ناشرین کی عدمِ توجہ سے شامل ہو گئے ہیں، جن میں پہلا رسالہ تو شیخ محمد سعید بن شیخ محمد سُنبل کا مؤلفہ ہے اور دوسرا رسالہ شاہ ولی اللہ صاحب کے کسی شاگرد نے لکھا ہے جس میں شاہ صاحب کا ذکر " شیخنا " کی صراحت کے ساتھ کیا ہے۔[81]

مزید براں

شاہ صاحب کے حالات اور اُن کی تصدیقات پر حیات ولی کے مصنّف نے بڑی محنت کی ہے لیکن اُس نے "تحفة الموحدين "البلاغ المبين" دونوں کتابوں کا ذکر باب تصنیفات میں نہیں کیا چنانچہ غیر مقلدین اِس کا اعتراف بھی ہے چنانچہ سلفیہ لاہور کے ناظم مکتبہ نے حاشیہ پر لکھا ہے: عجیب بات یہ ہے کہ مصنّفِ حیات ولی نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے ایک رسالہ "تحفة الموحدين "کا خود ترجمہ کر کے مطبع افضل المطابع میں اِسکو طبع کرایا۔ لیکن یہاں اُن کی فہرستِ تالیفات میں اِس کا ذکر نہیں کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اِس کتاب کی تصنیف کے وقت اُن کو رسالہ "تحفة الموحدين " دستیاب نہیں ہو سکا الخ۔" (ص ۵۴۴ حاشیہ نمبر ۱)

اَہلِ انصاف

اِن دونوں کتابوں (تحفة الموحدين البلاغ المبين) کو غور سے دیکھیں قطعِ نظر فارسی عبارت کی غلطیوں کے تمام بیان" تقوية الايمان" کے مطابق ہے۔ اِن دونوں میں ہر اُن مسائل کے خود شاہ صاحب زندگی بھر عامل رہے اور اُن معمولات پر مُستقل تصنیفیں تالیف فرمائیں اور وصال شریف کے بعد اُن مسائل پر آپ کے خاندان کا عمل رہا۔ مُشتے نمونہ خروار (کچھ مثالیں) ملاحظہ ہوں:

اہلسنّت کے عقائد و مسائل اور شاہ ولی اللہ مُحدّث دہلوی قدس سرہ

(1) فاض علیّ من جنابه المقدس صلى الله عليه وسلم كيفية ترقي العبد من حيزه الى حيزه القدس فيتجلى له كل شي كما اخبر عن هذا المشهد في قصة المعراج المنامي (فيوض الحَرمين)[82]

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس سے مجھ پہ اِس حالت کا علم فائض (دریافت) ہوا کہ بندہ اپنے مقام سے مقامِ قُدس تک کیونکر ترقی کرتا ہے کہ ہر چیز اُس پر روشن ہو جاتی ہے، جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اُس مقام سے معراج خواب کے قصے میں خبر دی۔

(ف) اِس حوالے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اَولیاءِ کرام کے لیے علمِ کلی کا ثبوت باہم پہنچایا۔

(س) قضائے حاجت (ضرورت پوری کرنے) کے لئے دو رکعت نفل بعد ازاں یکصد و یازدہ (۱۱۱) بار درود بعد ازاں یکصد و یازدہ (۱۱۱) بار کلمہ تمجید و یکصد و یازدہ (۱۱۱) بار شیئاً للہ یا عبد القادر جیلانی۔ (الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ۔)

(ن) اِس حوالے سے وظیفہ " یا شیخ عبد القادر الجیلانی " پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے اور ندائے بغیر اللہ اور پھر اِستعانت (مدد مانگنے) کا ثبوت ملتا ہے۔

(س) كنت قبل ذلك مكة المعظمه في مولود النبى صلى الله عليه وسلم في يوم ولادة والناس يصلون على النبي صلى الله عليه وسلم ويذكرون ارسلنا التي ظهرت فى ولادته و شاهدة قبل بعثة فرأيت انواراً سطحت دفعة واحدة لا اقول التى ادركتها

---

[81] (ماہنامہ الرحیم مع حاشیہ، محرم الحرام 1384ھ / جون 1964ء، ج 2، ص 25 الی 26، شاہ ولی اللہ کی طرف منسوب تصانیف، مطبوعہ شعبہ نشر اشاعت شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدر آباد)

[82] (فیوض الحرمین مع ترجمہ، 1 / 59، مطبوعہ مطبع احمدی کلاء دہلی)

ببصر الجسد ولا اقول ادركتها ببصر الروح كان فقط والله اعلم كيف كان الامر بين هذا وذلك فتاملت تلك الأنور رفوجدتها من قبل الملائكة الموكلين با مثال هذه المشاهدة با مثال هذه المجالس ورايت مخالطه انوار الملائكة انوار الرحمة (فيوض الحرمين)[83]

یعنی میں اِس سے پہلے مکّہ معظّمہ میں تھا مَولِد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بروز ولادت یعنی بارہویں تاریخ الاول کو لوگ درود شریف پڑھتے تھے اور وہ کلمات ذکر کرتے تھے جو بوقتِ ولادت ذکر ہوئیں اور وہ حالتیں جو قبلِ نبوّت وُقوع میں آئیں تب میں نے دیکھا کہ یکایک انوارِ غیبی بلند ہو گئے ہیں میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے یہ واقعہ ظاہری آنکھ سے دیکھا یا باطنی آنکھ اور بصیرت روحی سے اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کیا عالم تھا درمیانِ ظاہر و باطن کے غرض میں نے تاُمّل کر کے غور سے اُس انوار کو دیکھا تو وہ اُن فرشتوں کے اَنوار تھے جن کو حق تعالیٰ مُعیّن کر رکھا ہے اِسی بات پر کہ ایسے ایسے مقامات میں اور ایسی ایسی مجلسوں میں حاضر ہوا کرو اور یہ بھی میں نے دیکھا کہ انوارِ ملائکہ کے ساتھ اَنوارِ رحمت کا خلط ملط (اختلاط) ہو رہا تھا یعنی ایک تو ملائکہ خود اَجسامِ نوری ہوتے ہیں دوسرے اَنوارِ رحمت حاضرینِ محفل کیلئے نازل ہوئے یہ دونوں نور مل کر مجلس نورٌ علیٰ نور ہو رہی تھی۔

(ن) دیکھئے شاہ صاحب نے مجلسِ میلاد میں شرکت کر کے اہلسنّت کے رُسومات پر کس طرح مُہر ثبت فرمائی اور مزید بر آں مجلسِ میلاد پر اَنوارِ باری کی بارش معائنہ فرمائی۔ دیوبندیوں وہابیوں کے تمام دَعاوی (دعوے) باطل کر دیئے جبکہ یہ لوگ مجلسِ میلاد کو کس طرح گندی گندی تشبیہیں دیتے ہیں اور اُس مجلس میں شریک ہونے والوں کو کیسے گندے گندے فتاویٰ سے نوازتے ہیں۔

(4) اخبرنی سیدی الوالد الشاه عبد الرحیم قال کنت اصنع في ایام المولا طعاما صلة یا نبی صلی الله علیه وسلم فلم یفتح لی سنة من المسنین شي اصبح به طعام فلم اجد الا حمصا مقلیة فقسمته بین الناس فراته صلی الله علیه وسلم و بین یدیه هذه الحمص مبتهجا بشاشاً .[84]

یعنی مجھے میرے باپ نے خبر دی ہے کہ ایامِ مولا شریف میں، میں کھانا پکایا کرتا تھا تا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قُرب نصیب۔ ہوا ایک سال مجھے کچھ ہاتھ نہ آیا جس سے کھانا پکواتا صرف چنے بھُنے ہوئے موجود تھے وہی لوگوں میں بانٹ دیے پھر میں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے آگے چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ ایسے خوش ہیں کہ آپ کے چہرے پر بَشاشَت (خوشی) ظاہر ہے۔[85]

(ف) یہ حوالہ اگرچہ اُن کے والدِ مرحوم کا ہے لیکن چونکہ وہ ناقل ہیں اور نقل کر کے تردید نہیں فرمائی بلکہ تائید لکھی جس سے صراحتاً میلاد شریف کا ثبوت اُن کے معمولات میں شامل ہو گا اور اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ میلاد کرنے والوں کو بارگاہِ رسالت میں بہت بڑی رَسائی نصیب ہوتی ہے۔

قصیدہ اطیب النغم میں ہے:

و صلی علیك الله یا خیر خلقه ویا خیر مامول و یا خیر واهب و یا من یُرجی الکشف رزیة و من جوده قد فاق جود السحاب

---

[83] (فیوض الحرمین مع ترجمہ، تحقیق شریف ومشاھدہ آخری، 1/26، مطبوعہ مطبع احمدی کلاء دہلی)

[84] (الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین، 1/162، حدیث نمبر 22، مطبوعہ دار الکتاب دیوبندیوپی، ہند) (الدر المکنون فی الاحتفال بمولد النبي الامین المومون ازوصی الرحمن، مولد النبي، 1/46، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[85] (فیوض الحرمین مع ترجمہ، تحقیق شریف ومشاھدہ آخری، 1/26، مطبوعہ مطبع احمدی کلاء دہلی)

یعنی اللہ تعالی آپ پر اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رحم کرے۔ اے تمام خَلقت سے اچھے اور اچھے اُمید کئے گئے واسطے کشف مصیبت کے اور بخشش آپ کی فائق ہے بارشوں والے اَبر کی بخشش۔[86]

(ف) اِسی حوالہ میں ایک طرف خطابِ غائبانہ دوسرے اِستِمداد از نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (نبی سے مدد طلب کرنا) یہ دونوں فعل وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک شرک ہیں۔

یہ مُشتے نَمونہ خروار (نمونۃً) چند ایک حوالے پیش کئے ہیں ورنہ حضرت شاہ ولی اللہ مُحدِّث دہلوی قُدّس سِرّہ کی ذاتِ بابرکت کے متعلق سنّی حنفی ہونے کا انکار سورج کی چمک اور چاند کی چاندنی کا انکار کرنا ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ دیوبندی بزُعمِ خُویش (اپنے گمان میں) اپنا ہمنوا مانتے ہیں اور غیر مقلدین اپنا جیسا وہابی، یہ دونوں پارٹیاں اپنی مَن مانی بات کو نَشر کریں۔ اُن کی مرضی ورنہ شاہ صاحب کی تصانیف اُنہیں اجازت نہیں دیتیں اور نہ ہی غلط حوالہ جات اُن کی تصانیف سے بتا کر اُن کو مسلک سے ہٹایا جاسکتا ہے۔ اور "تحفة الموحدين" اور "البلاغ المبين" اُن کے نام منسوب کر کے عوام کو بہکایا جاتا ہے۔ جب تک اسلام زندہ ہے شاہ صاحب کی شخصیّت کو مَسخ (تبدیل) نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ جب دجّال آگیا تو پھر اُن صاحبان کو کُھل کھیلنے کی اجازت عام ہوگی۔ اُن میں شاہ صاحب کے قصیدہ کے چند اَشعار تبرُّکاً (برکت کے طور پر) حاضر ہیں۔ جنہیں ناظرین دیکھ کر شاہ صاحب کے مسلک کو خود ہی سمجھ لیں۔

صرف تبرُّکاً چند اَشعار:

اَطیب النغم

از حضرت مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ملاحظہ ہوں:

نبوّت کے اُن دلائل کے بیان میں جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم کے وُجودِ مسعود کی بَشارتیں پہلے انبیاء نے دیں اُسی اَثناء میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے نسب پاک کی طرف بھی اشارہ ہے:

سُلالَةُ اسْمَاعِيلَ وَ العِرقِ نَازِعٌ وَا شرَف بَيْتٍ مِنْ لُوَيِّ بن غَالِبِ

حل مشکل الفاظ: سُلالَةُ کسی چیز سے نکالا ہوا خلاصہ۔ عِرق جڑ۔ نَازِعٌ کھینچنے والا۔

ترجمہ: یعنی حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت اسماعیل کی اولاد کا خلاصہ ہیں اور اصل فَرع کو اپنی طرف کھینچنے والا ہوتا ہے اور حضور کا قبیلہ لُوی بن غالب کی اولاد میں شریف ترین قبیلہ ہے[87] اِس شعر میں اُس حدیث پاک کی طرف اشارہ ہے:

«إن الله اصطفى كنانة من ولد إسماعيل، واصطفى قريشا من كنانة، واصطفى من قريش بني هاشم، واصطفاني من بني هاشم» (رواه مسلم)[88]

یعنی حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنانہ کو چُھن لیا اور کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو۔

بشارة عيسى والذي عَنْهُ عَبّروا بشدةٍ بأس بِالضُحوكِ المحارِبِ

---

[86] (قصیدہ اطیب النعم مع شرحہ لکرم اللہ ازہری، 1/156، قصیدہ یازدہم، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلشر لاہور، سن اشاعت 1999ء)

[87] (قصیدہ اطیب النعم مع شرحہ لکرم اللہ ازہری، ج1، ص44الی45، فصل ثالث، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیشر لاہور، سن اشاعت 1999ء)

[88] (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبي صلى الله عليه وسلم، وتسليم الحجر عليه قبل النبوة، 4/1782، حدیث 2276، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت)

حل مشکل الفاظ: الضُحوك یاضحاک، ایک بادشاہ کانام ہے جو کثرتِ فُتوحات سے مشہور تھااور اب اُس کے ساتھ کثرتِ فُتوحات کی مثال دی جاتی ہے۔ المحارِب۔ جنگجو

ترجمہ: حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت عیسی کی بشارت ہیں جیسے قرآن پاک میں موجود ہے:

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ

پہلے پیغمبروں نے شدّتِ جنگ کی وجہ سے جنگجو ضُحوک کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

وَمَنْ أَخْبَرُوا عنه بان ليس خُلقه بِفظٍّ وَفِي الأَسْوَاقِ لَيْسَ بِصاخِبِ

مشکل الفاظ: فظّ، سخت۔ صاخِب، شور مچانے والا۔

ترجمہ: حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ رسول ہیں۔ جن کے متعلق پہلے انبیاء نے یہ خبر دی تھی کہ آپ کا خُلق (اخلاق) سخت نہیں ہے اور آپ بازاروں میں شور و غوغا کرنے والے نہیں ہیں۔ اِس شعر میں دارمی کی اِس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ تورات میں حضور ﷺ کی توصیف اِس طرح بیان کی گئی:[89] ليس بفظ ولا غليظ، ولا صخاب بالأسواق[90] کہ آپ نہ تو دُرشت خو (سخت لہجہ رکھنے والے) ہیں اور نہ سخت دل ہیں اور نہ بازاروں میں چِلّانے والے ہیں۔

دَعْوَةُ إِبْرَاهِيمَ عِنْدَ بِنائِهِ بمكة بيتا فيهِ نَيل الرّاغبِ

مشکل الفاظ: راغب، (واحد غيبة) عطائے بِسیار، بڑی بخشش۔

ترجمہ: یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیم کی وہ دعا ہے جو آپ نے مکّہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف تعمیر کرتے وقت مانگی تھی اور اُس بیت اللہ شریف میں بڑی بڑی نعمتوں کا حُصول ہے اور اِس شعر میں اِس آیت کی طرف اشارہ ہے: وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ (الآیہ)[91]

فصلِ چہارم

اِس میں دوسری قسم کے نبوّت کے دلائل موجود ہیں اور وہ حضور ﷺ کی عاداتِ حمیدہ اور اَخلاقِ کریمہ میں غور و فکر کرنا ہے کہ مجموعی حیثیت سے یہ صِفات بجز پیغمبر کے کسی اور میں قطعاً نہیں پائی جائیں۔ اگرچہ اُن میں علیحدہ علیحدہ کوئی صفت کسی غیر نبی میں بھی پائی جائے۔ مثلاً تمام اَعضائے جسمانی کا مَوزوں (درست) ہونا۔ زبان کا فَصیح ہونا۔ اور لوگوں کو نفع پہنچانا اِس کے علاوہ سخاوَت، بلند ہمّتی، شُجاعت، حِلم زُہد، والی غير ذالک۔

جميل المحيا ابيض البداء ربعة جليل كراويس ازج الحواجب

مشکل الفاظ: المحيا، چہرہ۔ ربعة، میانہ قد جو نہ لمبا ہو اور نہ چھوٹا۔ كراويس واحد كرويس ہڈیوں کی سِرے۔ ازج، باریک اور لمبے۔ الحواجب واحد حاجب، ابرو۔

ترجمہ: حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک بہت ہی خوبصورت اور سفید ہے۔ حضور ﷺ کا قد مبارک میانہ، جسم مبارک کی ہڈیوں کے سِرے پر گوشت اور مضبوط ہیں۔ حضور ﷺ کے اَبرو مبارک باریک اور طویل ہیں۔

---

[89] (قصیدہ اطیب النعم مع شرحہ لکرم اللہ ازہری، ج1، ص46الی48، فصل ثالث، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیشرز لاہور، سن اشاعت 1999ء)

[90] (سنن الدارمی، المقدمۃ + کتاب الطہارۃ، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الکتب قبل مبعثہ، 1/157، حدیث 6، الناشر: دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة السعودية، الطبعة: الأولى، 1412ھ-2000)

[91] (قصیدہ اطیب النعم مع شرحہ لکرم اللہ ازہری، ج1، ص48الی49، فصل ثالث، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیشرز لاہور، سن اشاعت 1999ء)

صبیح ملیح اوعج العین اشکل　　فصیح لہ الاعجام لیس لشائب

حل مشکل الفاظ: اوعج، آنکھوں کی شدید سیاہی۔ اشکل، وہ آنکھ جس کے سفید حصّے میں سرخ ڈورے ہوں۔ اعجام، گونگا ہونا۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے حُسن میں مَلاحَت ہے حضور ﷺ کے چشم رنگی سخت سیاہ ہیں اور آنکھوں کے سفید حصّے میں سُرخ ڈوروں کی آمیزش ہے حضور ﷺ ایسے فَصیح ہیں جس میں عَجمیّت کی کوئی ملاوٹ نہیں۔

وَاَحْسَنُ خَلْقِ اللهِ خُلْقًا وخِلقةً　　وَ اَنْفَعُهُم لِلنّاسِ عِنْدَ النّوَائِبِ

ترجمہ: حضور ﷺ اپنے خَلق اور اپنی صورت کے لحاظ سے اللہ تعالی کی سب مخلوق سے زیادہ حسین اور مَصائب و آلام کی گھڑیوں میں تمام لوگوں کے لیے سب سے زیادہ نفع رَساں ہیں۔[92]

وَاَجْوَدُ خَلْقِ اللهِ صَدْرًا وَنائِلاً　　وَابسطهم كفا على كل طالب

حل مشکل الفاظ: نائل، نیل سے ہے، جس کا معنی پانا ہے نائل اگرچہ اسمِ فاعل ہے لیکن اِسمِ مفعول کے معنی میں مُستَعمَل (استعمال) ہوتا ہے یعنی وہ چیز جو بخشی جائے۔ اِس طرح عیشة راضیه میں راضیه اِسمِ فاعل اور مرضیه اِسمِ مفعول کے معنوں میں مُستَعمَل (استعمال ہوتا) ہے۔

ترجمہ: حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سینے مبارک اور عطا و بخشش کی وجہ سے اللہ تعالی کی ساری مخلوق سے زیادہ سخی ہیں اور ہر سائل کے لیے تمام لوگوں سے زیادہ اپنی ہتھیلی کو کھولنے والے ہیں۔

وَاَعْظَمُ حُرٍّ لِلْمَعَالِيْ فَهُوْضَةٌ　　اِلَى المَجْدِ سَام للعظائم خَاطِب

حل مشکل الفاظ: حُرٌّ، آزاد جوانمرد۔ معالی مفرد معالات۔ محضوض، اٹھنا۔ سام، بلند ہونے والا۔ خاطب، خواہشمند

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑا ہونا محض قُربِ الٰہی کے بلند درجات تک پہنچنے کے لیے ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مَجد و شرف کی رِفعتوں وتک رسائی حاصل کرنے کے لیے پُر کشا ہوتے ہیں اور بار گاہِ رب العزّت میں اعلیٰ مراتب کے خواستگار (طلبگار) ہیں۔

تَرَىٰ اَشْجَعُ الفُرْسَانِ لَاذَ بِظَهْرِهٖ　　اِذَا اِحْمَرَ بَأْسٌ فِي بَئِيس المَوَاجِبِ

حل مشکل الفاظ: لَاذَ، پناہ لینا۔ اِحْمَرَ بَأْسٌ، لڑائی کا شدت اختیار کرنا۔ المَوَاجِب: گرنے کی جگہ میدان کارزار۔

ترجمہ: حضور فخر دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی بہادری اور شُجاعت کا یہ عالم ہے کہ بڑے بڑے شہسوار میدانِ کارزار میں جب لڑائی شدّت اختیار کر لیتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پُشت پناہی میں آجاتے ہیں۔

وَآذَاهُ قَوْمٌ مِنْ سَفَاهَةِ عَقْلِهِمْ　　وَلَمْ يَذْهَبُوا مِنْ دِيْنِهٖ بِمَذَاهِبِ

ترجمہ: کفّار کی جماعت نے اپنی نادانی اور کوتا فہمی (ناسمجھی) کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح سے ستایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دینِ حنیف کے راستوں کو اختیار نہ کیا۔

فَمَا زَالَ يَدْعُوْا رَبَّهٗ لِهُدَاهُم　　وَاِنْ كَانَ قَدْ قَاسٰي اَشَدَّ المَتَاعِبِ

حل مشکل الفاظ: قاسیٰ: تکلیف برداشت کرنا۔ اَشَدَّ المَتَاعِب، سخت مشقتیں۔

---

[92] (قصیدہ اطیب النعم مع شرحہ لکرم اللہ ازہری، ج1، ص51 الی 53، فصل رابع، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیشرز لاہور، سن اشاعت 1999ء)

ترجمہ: اگرچہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کفّار سے ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں بارگاہِ الٰہی میں اُن کی ہدایت کے لیے دست بدُعا (دعا کرتے) رہے۔

اِن دو شعروں میں اِس واقعے کی طرف اشارہ ہے کہ کافر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پتّھر برسا رہے تھے اور حضور ﷺ اُن کے لیے دعا مانگ رہے تھے:

اللهم اهدي قومي فانهم لا يعلمون.[93]

وَمَا زَالَ يَعْفُوا قَادِرًا عَن مُسِيئَهم كَمَا كَانَ دِينه عِنْدَ جَبْذَةِ جَاذِبْ

حل مشکل الفاظ: مسیئ، برائی کرنے والا۔ جبذۃ، کھینچنا۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ جذب سے مقلوب (بدلا ہوا) ہے۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم قدرت واختیار کے باوجود بدی (برا) کرنے والوں سے درگزر فرماتے رہے جس طرح اعرابی نے جب دور سے چادر کو بھینچ کر تکلیف پہنچائی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراض ہونے کی بجائے تبسّم فرمایا اور کچھ عطا فرمادیا۔

وَمَا زَالَ طُوْلَ العُمْرِ للهِ معْرِضًا عَنِ البَسْطِ فِي الدُّنْيَا وَعَيْشَ المَرَازِبْ

حل مشکل الفاظ: المَرَازِبْ: مفرد (واحد) مَرزَبان: بہادر شاہ سوار، قوم کا رئیس جو بادشاہ سے کم درجے پر ہو، یہ لفظ فارسی سے مُعَرَّب ہے۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی رضاجوئی کے لیے عمر بھر دنیا کے عیش و آرام اور رئیسوں کے عِشرت کوشیوں (آرام و آسائشوں) سے الگ تھلگ رہے۔

بديع كمال في المعاني فلا امرء يكون له مثلا ولا بمقارب

ترجمہ: تمام صفات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال بے مثال ہے کوئی آدمی بھی حضور کی مِثل تو کُجا (دور کی بات ہے) قریب بھی نہیں ہو سکتا۔

این آخر فصل رابع است و بدیع کمال دلالت میکند بر انتہائے این کلام و بمنزلہ نتیجہ است آنرا۔[94]

شاہ صاحب کے عام حالات[95]

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ نے آپ کے والدِ ماجد کو خواب میں بشارت دی کہ تجھ کو فرزند ہو گا اور اُس کا نام میرا نام رکھنا اِس واسطے آپ کا نام قطب بھی رکھا، تاریخی نام "عظیم الدین" ہے۔[96] سن تمیز کے بعد آپ نے تمام عُلوم اپنے پدرِ بزرگوار اور مولانا حاجی محمد افضل سیالکوٹی سے حاصل کیا معمول تھا کہ آپ سبق پڑھاتے وقت رو بقبلہ دوزانو مؤدب بیٹھتے تھے اور ہر روز عادت تھی کہ صبح کو غسل کر کے نیا یا دُھلا ہوا لباس پہنتے تھے نَظافت (صفائی) کو دوست رکھتے تھے اور اپنے والد ماجد سے آپ نے بیعت طریقت کی تمام فیوض باطن اور اَشغال مذکورہ اور جَمیع آداب طریقت اُن سے سیکھا پدر والا قدر نے اپنی اَخیر عمر میں اُن کو اجازتِ تلقین و بیعت وصُحبت و توجہ سرفراز فرمائی اور فرمایا: يَدٌ كَيَدِيْ اُن کی رِحلت (وفات) کے وقت آپ کی عمر سولہ (۱۶) برس چھ (۰۶) مہینے تھی اور آپ مزار پُر انوار پدر بزرگوار پر اکثر اوقات مُراقِب رہتے تھے۔[97]

(ف) مزار پر مُراقبہ کا طریقہ اَہلِ سنّت کو نصیب ہے، وہابیہ دیوبندیہ کو یہ کب نصیب اور شاہ صاحب کی وراثت اَہلِ سنّت کو حاصل ہے نہ کہ وہابیہ دیوبندیہ کو۔

---

[93] (قصیدہ اطیب النعم مع شرحہ لکرم اللہ ازہری، ج1، ص57 الی 61، فصل رابع، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیشرز لاہور، سن اشاعت 1999ء)

[94] (قصیدہ اطیب النعم مع شرحہ لکرم اللہ ازہری، ج1، ص62 الی 64، فصل رابع، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیشرز لاہور، سن اشاعت 1999ء)

[95] یہ حالات "مقالات طریقت" سے لئے گئے ہیں۔

[96] (حیات ولی، حصہ چہارم، شاہ ولی اللہ، 1/218، مطبوعہ افضل المطابع دہلی، ہند)

[97] (مقالات طریقت، مقالہ اول، ج1، ص61 الی 62، مطبوعہ ملت پبلی کیشنز، طبع ثانی: 2017ء)

حضرت شاہ عبد العزیز مُحدِّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ "اية من ايات الله و معجزه لنبيه الكريم صلى الله عليه وسلم"[98]

ایک بزرگ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اُس محفل میں حضرت شاہ صاحب بھی حاضر تھے اُس بزرگ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے عرض کی: یارسول اللہ یہ آپ کا فرزند بڑا سعادت مند ہے آپ نے فرمایا، اپنی زبانِ اقدس سے فرمایا: ہاں یہ میرا وَلَد (بیٹا) بڑا صالح ہے اور ایک انار منگوا کر شاہ ولی اللہ صاحب کو کھلایا صبح کسی نے شاہ صاحب کو دیکھا کہ ریش (داڑھی) مبارک پر کچھ انار کے دانے موجود ہیں، اُس نے پوچھا کہ حضرت انار کے دانے کیسے ہیں؟ آپ نے کہا کہ اُسی شب کو مجھے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انار کھلایا تھا اور مجھے انوارِ غیبی بھی عنایت فرمائے۔[99]

شاہ ولی اللہ صاحب کو اپنی اولاد کی تعلیم و تکمیل کی طرف توجہ اکمل تھی، ابھی اسی کام سے فراغت حاصل نہ ہوئی کہ اَجلَ موعود پہنچی سال (۴۰) سال تک عالمِ برزخ میں اِس عالمِ دنیا کی طرف متوجّہ رہے اور اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہے۔ شاہ صاحب کے وِصال کے بعد حضرت مظہر مرزا جانجاں علیہ رحمہ زندہ تھے، آپ کو شاہ صاحب کی اِس توجہ دُنیَوی سے افسوس گزرا۔ شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: افسوس کا کیا معنی جب کہ وہ اپنی اولاد کی تکمیل کے لیے متوجّہ ہیں۔

شاہ عبد العزیز صاحب کو مدارجِ عُلیہ باطنہ میں ایک مقام پیش آیا کہ اُس سے گزرنا بجز ہدایتِ کامل مُرشد ممکن نہ تھا آخر شاہ صاحب کی ہدایت کیلئے اپنے عُرس کے دن مجالسِ عُرس میں مولوی محمد صفی (مولوی نور اللہ خر شاہ عبد العزیز صاحب کے برادر زادے) پر ایک حالت طاری ہوئی زبان سے کہتے تھے کہ میں شاہ ولی اللہ ہوں حرکات سکنات تمام شاہ ولی اللہ جیسے معلوم ہونے لگے، لوگوں نے جُنون (بے خودی کی حالت) پر محمول کیا لیکن شاہ عبد العزیز صاحب اِس راز کو سمجھ گئے، قریب جا کر کہا: اگر آپ واقعی شاہ ولی اللہ صاحب ہیں تو میرے بعض مشکلات ہیں وہ حل کیجئے چنانچہ ایسی حالت طاری ہوئی کہ وہ تمام عُقدے (مسئلے) حل ہو گئے جو سوائے شاہ ولی اللہ صاحب کے کوئی حل نہ کر سکتا تھا۔ اُس کے بعد مولوی محمد صفی صاحب سے پوچھا گیا تو لاعلمی کا اظہار کیا۔ (یہ تمام حالات مقالات طریقت" سے لئے گئے ہیں۔)[100]

(ف) اِس سے ایک بات تو اَعراس (عرس) کے ثبوت کی ملی جس سے وہابی، دیوبندی چڑتے ہیں دوسرا بعدِ وصال اَولیاء اللہ سے مشکلات حل کرنے کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ تیسرا اَولیاء اللہ کا بعدِ وصال مختلف حالات میں بدل کر آجانے کا مسئلہ واضح ہو گیا مزید تفصیل فقیر کی کتاب "ولی اللہ کی پرواز" ملاحظہ ہو۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں:

"مجھے حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں پر مجبور فرمایا" اول تو مذاہبِ اربعہ (فقہ حنفی شافعی، حنبلی، مالکی) سے خارج ہونے کو منع فرمایا۔ (غیر مقلدین شاہ صاحب کے اِس قول کو غور سے پڑھیں۔) دوسرے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صحابہ سے افضل جاننے سے جی چاہتا تھا اِس سے روکا اور افضلیتِ شیخین پر مجبور کیا۔ تیسرے ترکِ اسباب میری اصلی خواہش تھی مجھ کو حضور علیہ السلام نے ثَبت الاسباب پر مجبور فرمایا پس اسباب ظاہرہ کو اختیار کرنا سنّت ہے۔"

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کہیں سے ایک فتویٰ جناب شاہ عبد الرحیم صاحب کی خدمت میں آیا۔ جسے ہندوستان اور دیگر بِلاد کے مشہور و نامور عُلماء نے واپس کر دیا تھا کیونکہ زیادہ پیچیدگی کے سبب سے اُس کا نفیس (واضح) مطلب بالکل کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا شیخ عبد الرحیم صاحب کے طلبہ کے حلقے میں ایک

---

[98] (مقالات طریقت، مقالہ اول، 1/63، مطبوعہ ملت پبلی کیشنز، طبع ثانی: 2017ء)

[99] (مقالات طریقت، مقالہ اول، 1/64، مطبوعہ ملت پبلی کیشنز، طبع ثانی: 2017ء)

[100] (مقالات طریقت، مقالہ اول، 1/65، مطبوعہ ملت پبلی کیشنز، طبع ثانی: 2017ء)

نہایت مُستَعِد(پر عزم) اور ذکی(ہوشیار) طالب علم تھا جو حدیث و فقہ اور دیگر عُلوم کی کتابیں نکال چکا تھا اور جس کی ذہانت و طباعی تمام لوگوں میں مشہور تھی ، شیخ عبد الرحیم صاحب اُس کی طبع سلیم اور ذہن رَسا(تیز ذہن) کی تعریف کیا کرتے تھے اور تمام منتہی طلبہ (آخری درجہ کے طلبہ) کے حلقے میں ممتاز و مستثنیٰ (نمایا) جانتے تھے۔ الغرض شیخ صاحب نے اُس فتویٰ کو اُس طالب علم کے سپُرد (حوالے) کیا اور فرمایا کہ یہ فتویٰ تمہارے سپُرد (حوالے) کیا جاتا۔ ہے اَحکامِ شریعت کے مطابق اِس کا فیصلہ کرو اور ایسا فیصلہ لکھو کہ فَریقَین میں سے کسی کو شکایت کا موقعہ باقی نہ رہے اور باہمی رضامندی سے یہ معاملہ طے ہو جائے، چنانچہ وہ طالبِ علم فتویٰ لے گیا اور کامل ایک مہینے تک اُس پر غور کرتا رہا۔ لیکن ہُنوز (تاحال) کوئی بات اُس کی سمجھ میں نہیں آئی۔ انجام کار مجبوری شیخ صاحب کو اطلاع دی کہ یہ معاملہ ایسا اہم اور پیچیدہ ہے کہ مجھے اُمید نہیں پڑتی کہ آپ کے سوا کوئی فقیہ اُسے حل کر سکے۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب اُس وقت سولہ سال کی عمر رکھتے تھے اور ابھی عُلوم و فُنون کی تکمیل نہ ہوئی تھی جس وقت اُس طالبِ علم نے فتویٰ واپس کر دیا تو شیخ عبد الرحیم صاحب نے وہ فتویٰ اپنے فرزندِ رشید کے سپُرد کر دیا۔ اور فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ اُس کا فیصلہ تمہارے ہاتھ سے ہو جائیگا۔ شاہ صاحب نے فوراًوہ فتویٰ دیا اور گھر جا کر اُس کا جواب لکھا اور ایسا شافی (صاف اور واضح) لکھا جسے سن کر شیخ عبد الرحیم صاحب مع طلبہ خوش ہوئے جسے تمام عُلماء نے تسلیم کیا۔ (کذا فی حیات ولی)[101]

(ف) واقعی شاہ صاحب کی یہ ذہانت قابلِ تحسین و آفرین ہے لیکن اعلحضرت امام اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قُدّس سِرّہ کا معاملہ مزید بر آں کہ آپ پونے چودہ سال کی عمر میں جَمیع عُلوم و فُنون سے فارغ ہو گئے اور آپ کے تاریخی فتویٰ پہلا وہ تھا جس سے ہندوستان کے بڑے مفتی حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کو رُجوع کرنا[102] پڑا تفصیل فقیر کی کتاب "تذکرہ علمائے الھند" میں دیکھئے۔

شاہ صاحب میں ضَبط اتنا کہ آپ کو خارش کی بیماری تھی لیکن بوجہِ اَدب رات کو کھجلاتے دیکھ کسی نے آپ کو کھجلاتے ہوئے نہ دیکھا۔[103]

کسی نے شاہ عبد القادر سے پوچھا کہ انگریز کی عملداری کب تک رہے گی؟ آپ نے فرمایا: والد ماجد نے فرمایا: جب نہر فیض میں پانی جاری ہو گا۔ اُس دن دہلی میں ہتھیار چلے گا۔ چنانچہ ایسے ہوا کہ انگریزیانی نے نہر کی درستی کر کے ۱۶ رمضان ۱۲۷۳ھ بروز دوشنبہ (پیر) بوقتِ صبح نہر میں پانی چھوڑا اُسی دن دس گھنٹہ ہتھیار چلا اور وہی غَدر (بغاوت) کی ابتدا تھی۔[104]

تذکرہ اولادِ شاہ صاحب

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی اولاد کے اکثر حالات فقیر کی کتاب "تذکرہ علمائے اہلسنّت" میں ملاحظہ فرمائیں۔ بقدرِ ضرورت چند ایک کے حالات مختصراً عرض کئے دیتا ہوں۔ آپ کے پانچ (۰۵) صاحبزادے تھے۔

(۱) حضرت مولانا محمد (۲) حضرت شاہ عبد العزیز (۳) حضرت شاہ رفیع الدین (۴) حضرت شاہ عبد القادر (۵) حضرت حضرت شاہ عبد الغنی رحمھم اللہ تعالیٰ۔

اوّل الذکر بزرگ ایک ماں سے، دوسرے حضرت دوسری ماں سے پیدا ہوئے تفصیل ذیل ہے:

---

[101] (حیات ولی، حصہ چہارم، شاہ ولی اللہ، ج 1، ص 268 الی 269، مطبوعہ افضل المطابع دہلی، ہند)

[102] (حیات اعلی حضرت، حصہ اول، 1/171، فتوی نویسی، اکبر بک سیلرز لاہور، سن اشاعت 2014ء)

[103] (مقالات طریقت، مقالہ اول، 1/62، مطبوعہ ملت پبلی کیشنز، طبع ثانی: 2017ء)

[104] (مقالات طریقت، مقالہ اول، 1/64، مطبوعہ ملت پبلی کیشنز، طبع ثانی: 2017ء)

(۸) شاہ ولی اللہ صاحب نے پہلے اپنے ماموں زادی سے نکاح کیا اِس مولوی محمد رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ اور آپ بڑے ولی کامل تھے۔ آپ پر جَذب بہت غالب تھا۔ مولوی نصر اللہ خان خورجوی کہتے ہیں: ایک وقت مولوی محمد صاحب پرانی دہلی میں چلے جاتے تھے۔

ایک مَجذوب برہنہ (بے لباس) پر نظر پڑی آپ کو اُن کو بے ستر دیکھ کر حیرت ہوئی۔

اُس مجذوب نے کہا کہ آج میرا جی کسی بڑے مولوی پر سوار ہونا چاہتا ہے۔ آپ نے کہا کہ میرا جی کسی بڑے فقیر کا گوشت کھانا چاہتا ہے۔ مجذوب صاحب نے کہا: اے مولوی یہ کیا کہتا ہے؟ آدمی کا گوشت نہیں چہ جائیکہ فقیر کا۔ آپ نے کہا اے فقیر یہ کیا کہتا ہے آدمی پر سوار ہونا کب درست ہے چہ جائے مولوی پر، مجذوب نے کہا میری مراد سوار ہونے سے اُس کو فیض دینا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میر مطلب گوشت کھانے سے فیض لینا ہے۔ تو مجذوب صالح نے کہا: بسم اللہ آیئے آپ نزدیک گئے، یہ شعر اُس مجذوب نے سنایا:

کارے نساختیم مرسیدن گرفت صبح　　اوجی چراغ خانه بران نه سوختیم

(ف) اوجی ایک شاعر کا تَخلُّص ہے۔ اُسی وقت آپ کو جذب ہوا انتہا تک غالب رہا۔ مزار آپ کا مع دونوں فرزندوں کے بڈھانہ کی مسجد میں واقع ہے۔

(کذا مقالات طریقت)

(ف) بڈھانہ ضلع میرٹھ میں ایک ہے۔ میرٹھ سے اٹھارہ (۱۸) کوس دور ہے۔ مولوی محمد مرحوم کی والدہ کے انتقال کے بعد مسماۃ بی بی ارادہ دُختر سیّد ثناء اللہ ساکن قصبہ سونپ (قصبہ ہے دہلی سے مغرب کی جانب بیس (۲۰) کوس دور ہے) سے نکاح کیا اور وہ چار (۰۴) نامدار فرزند پیدا ہوئے۔[105]

(۱) حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کے حالات طویل ہیں اِن کے بعد کو لکھے جائیں گے۔

(۲) حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ تعالی آپ ہنود کے قبضے کے سبب رام پور تشریف لے گئے وہاں کے بزرگوں نے بطور امتحان سوالات کرنے شروع کئے، آپ نے فرمایا: سوالات رکھ جاؤ کل جواب دوں گا۔ چنانچہ اُن کے ایسے جوابات لکھے سب کو بجز اعتراف کے چارۂ کار نہ ہوا۔ وہاں کے طُلباء و علماء کو شک ہوا۔ اِس فکر میں پڑے کہ کسی طرح اُن کو لاجواب کیا جائے۔ ایک طالب علم نے شُعرائے جامعیت کے نو سو (۹۰۰) شعر کا ایک قصیدہ یوں لکھا ہے کہ کسی شعر کا پہلا مصرعہ کسی کا دوسرا اور وہ آپ کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ آپ اُسے پورا کریں۔ آپ نے فرمایا کل لے جانا چنانچہ آپ نے سالم قصیدہ کے اَشعار پورے کر کے لکھ دیئے۔ کل وہ طالب علم آیا جواب دیکھ کر حیران ہوا۔ اور کہا: یہ تو آپ کی عجیب کرامت ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ کرامت نہیں مجھے اِس قصیدہ کے علاوہ نو سو (۹۰۰) قصیدے اور یاد ہیں، جو سب کے سب شُعرائے جاہلیّت کے ہیں۔

اُن کے یاد کرنے کا سبب یوں ہوا کہ میں نے تفسیر جلالین اپنے بزرگ شاہ عبد العزیز کے ہاں شروع کی، آپ نے فرمایا کہ تفسیر پڑھنے کا لطف تب ہے جبکہ اُن شعرائے عرب کے اشعار یاد ہوں۔ جن کے مُعَارَضہ (مباحثہ) میں یہ کلامِ الٰہی نازل ہوا ہے۔

میں نے اُن کے حکم سے اتنا طویل قَصائد و خُطبات شُعرائے عرب زمانۂ جاہلیت مثلاً امرأ القیس وغیرہ کے یاد کئے۔

آپ کو بعیتِ طریقت مولوی شاہ محمد عاشق پھلتی سے تھی۔ شاہ رفیع الدین باوجود عُلومِ ظاہری کے کمالات کے دُرویشی میں ایسا عُلو تھا کہ دوسرے کو کم ہو گا۔ کسی مجذوب سے بھی آپ کو فیض حاصل تھا اِسی واسطے قوّتِ باطنی بہت قوی رکھتے تھے۔ سخاوت و شُجاعت میں یکتائے عَصر و فرید الدَّہر تھے، آپ کے چھ (۰۶) فرزند تھے:

(۱) مولوی محمد عیسیٰ (۲) مولوی مصطفٰے (۳) مولوی مخصوص اللہ (۴) مولوی محمد حسین (۵) مولوی موسیٰ (۶) مولوی محمد حسن (اور چند صاحبزادیاں)۔

---

[105] (مقالات طریقت، مقالہ اول، ج1، ص66 الی 67، مطبوعہ ملت پبلی کیشنز، طبع ثانی: 2017ء)

نظم ونثر میں یکتائے روز گار تھے مُصنَّفات(تصنیفات) بھی بہت ہیں۔ ایک "رسالہ معراج" اور ایک "تحقیق الوان" میں اُن کے علاوہ اور بھی مشہور ہیں۔ ترجمہ قرآن تحت لفظی بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ نے ترجمہ شروع کیا، مگر ناتمام(ادھورا) رہا۔ دوسروں نے تمام کرکے آپ کے نام سے شُہرت دی۔ اور یہ ترجمہ عبد الحی دہلوی کا ہے جو وہابیوں، دیوبندیوں کا ایک ستون ہے، منجملہ اولادِ شاہ رفیع الدین صاحب قدس سرہ جناب معلّی القاب مولانا وہادینا حقائق پناہ مولوی مخصوص اللہ صاحب قُدّس سِرّہ بڑے صاحب کمال عُلومِ ظاہر وباطن میں بے مثالی تھے۔ کذا قال مصنف مقالات طریقت۔

شاہ رفیع الدین ۵ شوال ۱۲۳۳ھ دوشہر دہلی میں فوت ہوئے۔[106]

(س) حضرت شاہ عبد القادر مُحدِّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۰۵ھ میں آپ نے کلامِ الٰہی کا ترجمہ مُسمّی "موضح القرآن" لکھا وہی اُسکی تاریخ بھی لیکن صحیح کلکتے کے چھاپے کا ہے۔

آپ کم وبیش تیس(۳۰) سال اکبر آبادی مسجد کے حُجرے میں قیام پذیر رہے آپ کے خاندان کی تدریس اُسی طرف دوسرے فُضلاء کی وہیں جاری تھی۔ بعدِ نماز اشراق تا چاشت چار سبق اور بعدِ ظہر تین سبق پڑھایا کرتے۔ بعدِ عصر تشریف فرما دیتے جو کوئی آتا مُستَفِیض(فیضیاب) ہوتا۔ کثرت خلائق از حد رہتی مگر آپ کسی کو اِدھر یا اُدھر بیٹھنے کا حکم نہ فرماتے۔ منجانبِ اللہ لوگوں کے دلوں پر ایسا رُعب چھایا ہوا ہوتا کہ رُوسائے شہر(شہر کے سردار) بوجہِ ادب دور دور بیٹھے رہتے۔ جب تک آپ اُن سے ہم کلام نہ ہوتے بات نہ کرسکتے۔ پھر ایک دو بات کرکے خاموش ہو جاتے۔ ایک سال انتقال سے قبل آپ نے موقوف کر دیئے تھے، اور عادت تھی کہ ہفتے میں ایک روز یعنی بروز بدھ حضرت شاہ عبد العزیز اور اپنی دُختر اور دوسرے عزیزوں کی ملاقات کیلئے اکبر آبادی مسجد سے مکان کو تشریف لائے۔ شاہ عبد العزیز چونکہ آپ کے اُستاذ اور بڑے بھائی تھے، اُن کی خدمت میں جاکر یوں عرض کرتے(دست بستہ سلام عرض کرتے ہیں)۔

آپ کو بیعتِ طریقت جناب شاہ عبد العدل دہلوی سے تھی، جن کا مزار حضرت خواجہ باقی باللہ قُدّس سِرّہ کے اِحاطے میں ہے۔ آپ کے کرامات بہت ہیں۔ تریسٹھ(۶۳) سال کی عمر میں ۱۲۳۰ھ میں آپ کا وصال ہوا از ص۱۸ تا ص۲۲۔

آپ کی ایک صاحبزادی تھی جس کا نکاح مولوی مصطفے بن شاہ رفیع الدین سے ہوا۔ اُن سے ایک لڑکی ہوئی جن کا نکاح اسماعیل قتیل سے ہوا۔ اُس سے ایک لڑکا ہوا۔ اُن کا نام "محمد عمر" ہوا، اور وہ لاولد(بے اولاد) ہو کر فوت ہوئے۔

مگر وہ بڑے صاحبِ تَصرُّف اور ذِی کمال تھے۔ حافظ قاری کریم بخش دہلوی فرماتے ہیں: مجھے تین روپے ضرورت تھے، میں اِس ارادہ پر مولوی محمد عمر صاحب کے مکان پر گیا کہ اُن سے قرض لوں گا یا شمائل ترمذی اُنہیں بیچ دوں گا۔ مکان میں لوگ بہت تھے کہنے کا موقعہ نہ ملا۔ واپس گھر چلا آیا۔ دوپہر کے وقت میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا: شمائل ترمذی بیچنی ہے تو مجھے دے دو میں نے تین روپے لیکر کتاب اُن کو دے دی۔ ۱۲۶۸ھ میں فوت ہوئے۔ مؤمن خان نے تاریخ لکھی:

محمد عمر کا ہوا انتقال بزرگ ایسے ہوتے ہیں پیدا کہاں — مجھے تاریخ کا تھا خیال کہ سب نے کہا مرگ شیخ زماں[107]

مقالاتِ طریقت، ص۲۳،۲۲

شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی

---

[106])(مقالات طریقت، مقالہ اول، ج1، ص68 الی 69، مطبوعہ ملت پبلی کیشنز، طبع ثانی: 2017ء)

[107])(مقالات طریقت، مقالہ اول، ج1، ص69 الی 73، مطبوعہ ملت پبلی کیشنز، طبع ثانی: 2017ء)

لقب بملاء اعلی "حجۃ اللہ" دراز قد، لاغر اندام، گندم رنگ، کلاں چشم صاف جسم تھے گرداگرد چہرے کے لِحیہ (داڑھی) مبارک خوشنُما باعتدال تھی، اکثر چُغہ (کُرتا) اُس کے تلے انگرکھہ اور پائجامۂ شرعی، دستار کشمشی کلا، رومال بنی پاک نیلا اور پاپوشی زی روہاتھ میں عصائے سبز رکھتے تھے۔ مزاج میں نہایت خوش طبعی اور ہر ایک بات کا مذاق تھا۔

شب جمعہ ۲۵ رمضان ۱۲۵۹ھ میں پیدا ہوئے تاریخی نام غلام حلیم ہے، ختم شب قدر کو کرتے ور اُسی رات شیرنی تقسیم کرتے۔ جب شاہ ولی اللہ صاحب فوت ہوئے تو آپ کی عمر سولہ سال (۱۶) چھ ماہ کی تھی۔

فاتحہ سوم شاہ علی اللہ صاحب، خان دوران خان کے محل کلاں میں ہوا۔ رسم دستار بندی میں تین چار پیچ مولانا فخر الدین صاحب نے آپ کے سر مبارک پر باندھے۔

(ف) اِس سے وہابی دیوبندی عبرت پکڑیں جبکہ اُن کے نزدیک سوم، چہلم وغیرہ حرام ہے۔ شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ اور اُن کے خاندان پر کیا فتویٰ۔ آپ نے عُلومِ ظاہر و باطنی عُلوم اپنے والد سے پڑھے مولوی محمد عاشق پھلتی سے بھی تکمیل کی۔ بابا فضل اللہ کشمیری تِلمیذ شاہ ولی اللہ سے بعض کُتُبِ حدیث کی سند لی اور علمِ فقہ اپنے خسر مولوی نور اللہ سے پڑھا۔ اکثر فُیوض ظاہر و باطن اپنے والد کے مزار سے حاصل کرتے تھوڑے سے وقت اُن کی قبر شریف پر مُراقب رہتے تھے کوئی علم و فن ایسا نہ تھا جس میں آپ کو دستگاہِ (مہارت) کامل نہ ہو۔

علمِ موسیقی میں ملکۂ راسخ تھا کہ اُستادانِ فن زانوئے ادب نہ کرتے۔ فیضِ باطن حضرت علی المرتضیٰ سے بھی پایا۔ اور خواب میں اُن سے بیعت بھی کی، اُنہوں نے فرمایا کہ ایک شخص فلاں نام فلاں بستی کا رہنے والا پشتو زبان میں ہمارے مذہب کی تردید کی ہے وہ کتاب پشتو زبان میں ہے اُس کی کتاب تلاش کرلی اور اُس کی تردید پشتو زبان میں کی۔ اور شائع ہوئی اور خواب کی کیفیت جامع مسجد دہلی میں لکھ کر لگادی۔ تدریس کا یہ حال تھا کہ ہندوستان وغیرہ میں کوئی عالم کم نکلے گا جس کو حضرت سے واسطہ نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ بدائن کے عالم نے حدیث شریف پڑھنے کا ارادہ کیا مگر اُس کو نادانی سے یہ خیال آیا کہ اُس شخص سے پڑھے کہ جس کے سلسلے میں شاہ عبد العزیز نہ ہوں، تمام ہندوستان پھرتے پھرتے حیران ہوا۔ جہاں گیا وہاں حضرت ہی کا فیض پایا۔ حضرت کے شاگرد نکلے۔ اُس کے باوجود کوئی ایک واسطہ سے کوئی دو واسطہ سے، تین واسطہ سے حضرت کے شاگرد نکلے۔ اس لے باوجود مستقل طور آپ نے صرف چار پانچ حضرات کو پڑھایا۔ باقی بطور تبرُّک کچھ نہ کچھ پڑھے تھے۔ وعظ میں ہزارہا آدمی رہتے تھے۔ اور یہ کرامت تھی کہ قریب و دور کے لوگ برابر سنتے تھے۔[108]

تصانیف

تفسیر عزیزی۔ تحفه اثنا عشریه ۔سر الشهادتین ۔ بستان المُحدِّثین بحاله ناصفه ، حواشي قول الجميل ۔اِن کے علاوہ معانی میں ایک رسالہ اور "صدراومیر زاہد" پہ بھی حواشی ہیں۔تفسیر عزیزی ناتمام اُس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا کہ تم تفسیر لکھنا موقوف رکھو ورنہ تمام مُفسّروں کی محنت بے فائدہ ہوگی اُس کا تکمِلَہ آپ کے شاگرد مولوی حیدر علی نے کیا۔ جو ستائیس (۲۷) جلدوں میں ہے جو بیگم بھوپال کے پاس ہے۔ مصنّف نے اُسے دیکھا ہے لیکن اصل کہاں نقل کیا۔

---

[108])(مقالات طریقت، مقالہ اول، ج1، ص73 الی 76 (ملخصًا)، مطبوعہ ملت پبلی کیشنز، طبع ثانی: 2017ء)

تحفہ اثنا عشریہ جب چھپ کر شہرت پائی تو نواب کلکتہ نے ایران بھیجیں۔(تاکہ اُس کی تردید کریں) لیکن تمام ایرانی عُلماء نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ مصنّف نے جن کتابوں کے حوالے دیئے ہیں وہ اب ہمارے ہاں نہیں۔

آپ کے فتاویٰ و مکاتیب ہزار ہا ہیں۔ جمع ہوتے تو بڑے دَفتر بھر جاتے[109]۔ آپ سے نظم و نثر بھی بہت یادگار ہیں تبرّکاً ایک بیت ایک قصّہ لکھا جاتا ہے: حمد و ابا تو نسبتی است درست بر در ہر کہ رفت برداشت

قطعہ:

یا صاحب الجمال ویاسید البشر من وجهك المنير لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقه بعد الخدا بزرگ توئی قصه مختصر

باقی حالات فقیر کی کتاب "تذکرہ" میں دیکھیئے۔[110]

شاہ صاحب کے چوتھے صاحبزادے شاہ عبد الغنی صاحب کے حالات دستیاب نہیں ہوئے جتنا دستیاب ہوئے وہ "تذکرہ" میں ملاحظہ فرمائیں۔

(تنبیہ) بعض لوگ شاہ عبد الغنی بن شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ تعالی کو شاہ عبد الغنی بن شاہ ولی اللہ تصوّر کر کے بڑی غلطیاں کھا جاتے ہیں۔

وفات شاہ عبد العزیز

آپ کثیر الامراض اور قلیل اخلاّء تھے جب وقت قریب آیا تو چند روز سے غذا ترک کی، مرض کی شدّت تھی وعظ کا دن آیا آپ نے فرمایا: مجھے پکڑے رہو جب بیان شروع کروں تو چھوڑ دینا۔ ویسا ہی کیا، وعظ فرمانے لگے ہزاروں آدمی جمع ہوئے بعد ازاں اپنا تمام سامان و نقد اَقرباء و اَعزّا میں تقسیم فرمایا۔

بعد ازاں کچھ اَشعار عربی، فارسی پڑھے بہت شعر ایسے کہ ایک مِصرع دوسروں اور ایک مِصرع اپنا، چنانچہ یہ شعر مشہور قُدسی علیہ الرحمۃ کا:

روز قیامت چوں شود ہر کس بگیرد نامه من نیز عازمی شوم تصویر جاناں در بغل

بجائے مِصرع ثانی کے آپنے، فرمایا ہے: من نیز عاضر میشوم تفسیر قرآن در بغل

پھر فرمایا: میرا کفن ایسے کپڑے کا ہو میں پہنے ہوں اور فرمایا کہ جنازے کی نماز شہر سے باہر ہو لیکن میرے جنازہ میں بادشاہ نہ آوے۔

۷ شوال بروز اتوار ۱۲۳۹ھ میں بوقتِ طلوع آفتاب آپ کا وصال ہوا جس جگہ آپ کو غسل دیا گیا وہ جگہ مُعطّر (خوشبودار) ہوئی، بہت لوگوں نے (اُسے بطور تبرک) اپنے گھر رکھا تھا۔ بچپن کے مقام آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ جَوق در جَوق لوگ آتے جاتے تھے اور نماز پڑھتے جاتے تھے۔ آپ پُر انوار اپنے اَعِزّہ

---

[109])(مقالات طریقت، مقالہ اول، ج1، ص79 الی 80، (ملخصًا) مطبوعہ ملت پبلی کیشنز، طبع ثانی: 2017ء)

[110])(مقالات طریقت، مقالہ اول، 1/ 83، مطبوعہ ملت پبلی کیشنز، طبع ثانی: 2017ء)

و اَقارب شاہ عبد الرحیم، شاہ ولی اللہ، شاہ رفیع الدین، شاہ عبد القادر، مولوی عبد الغنی، مولوی مخصوص اللہ وغیرہم قُدِّسَت اَسرارُہم کے ساتھ شاہجہان آباد کے بیرون دہلی دروازہ کی سمت مہدیوں کے قریب خوشی زور کے چھتے میں مدفون ہوئے۔(کذافي مقالات طریقت)[111]

اعجوبہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے یہ چار صاحبزادے علمی دنیا میں عجوبۂ روزگار ہونے کے علاوہ ایک بات اور عجیب تر تھی کہ یہ بزرگ جس ترتیب سے پیدا ہوئے اُسی ترتیب سے معکوساً(مخالف طریقہ سے) فوت ہوئے۔

مثلاً سب سے پہلے شاہ عبد العزیز پیدا ہوئے اور سب سے آخر میں شاہ عبد الغنی لیکن وفات یوں ہوئی کہ سب سے پہلے شاہ عبد الغنی پھر شاہ عبد القادر اور پھر شاہ رفیع الدین پھر شاہ عبد العزیز رحمہم اللہ تعالی۔

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح **محمد فیض احمد اُویسی رضوی** غفرلہٗ

بہالپور۔پاکستان

۱۹ محرم الحرام ۱۳۹۱ھ

[111])(مقالات طریقت، مقالہ اول، ج1، ص85الی86، مطبوعہ ملت پبلی کیشنز، طبع ثانی:2017ء)